قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى (القرآن الکریم)

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

اکتوبر 1993ء

ماہنامہ

المرشد

لاہور

اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ - ٹاؤن شپ لاہور

اداریہ

انسان کے وجود کا سائز ہی کتنا ہے۔ اسے رہائش کے لیے کتنی وسیع زمین و مکان چاہییے؟ پہننے کے لیے کس قدر لباس کی ضرورت ہے؟ اور کھانے کے لیے کتنی خوراک درکار ہے؟ بے شک یہ انسان کی ضروریات زندگی ہیں ان کو پورا کرنا ہر فرد کا فرض ہے۔ البتہ اس فرض کو فرض کی حد تک پورا کرنے کے لیے جو بھی ذرائع اختیار کیے جاتے ہیں ان کا اثر نہ صرف اس فرد کی ذاتی زندگی پر پڑتا ہے بلکہ اس کا خاندان، اس کی اولاد اور آنے والی نسلیں تک متاثر ہوتی ہیں۔ بلکہ پورا معاشرہ متاثر ہوتا چلا جاتا ہے۔

اگر کسی قوم کی اکثریت جائز اور حلال ذرائع استعمال کرے گی تو اس قوم کا جو کردار بنے گا وہ ستھرا، نکھرا ہوا، مثبت اور تعمیری ہو گا۔ وہ قوم ترقی کر سکے گی۔ قدرت کے عطا کردہ وسائل کو بہتر طریقے کے ساتھ استعمال کرنے کی صلاحیت پیدا کر سکے گی علم و ہنر، ٹیکنالوجی، صنعت و تجارت اور اقتصادی طور پر خوشحال قوم بن سکے گی۔ اس کے برعکس اگر عمل ہو گا لوٹ مار، رشوت، ناجائز منافع اور سمگلنگ جیسے ناجائز ذرائع اختیار کیے جائیں دولت اکٹھا کرنے کی خواہش اور کوشش کسی مقام پر رکنے کا نام نہ لے تو ایسی خواہشات افرد اور پوری قوم کو تباہی کی طرف لے جاتی ہے۔ حرام طریقے سے کمائے ہوئے رزق سے جو خون اور گوشت پوست کا انسان بنے گا وہ خود کو کس منہ سے حلالی کہے گا؟ اور جب کسی قوم کی اکثریت کا ذریعہ ہی حرام پر ہو تو انجام کیا ہو گا؟ ایسے افراد اور ایسی قومیں، خوشی، سکون اور تسکین قلب کی کیفیات سے محروم رہتی ہیں۔ یہ معاملہ ایک نسل تک محدود نہیں رہتا حرام کا اثر نسلوں تک چلتا جاتا ہے وہ ایسے اولاد اور ایسی نسلوں کو جنم دیتے ہیں جو اپنی ذات، خاندان، معاشرے اور قوم کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیتے ہیں۔ ایسے معاشرے کے رہنما چاہے وہ سیاسی ہوں، علوم کے ہوں یا دین کے وہ مسخ شدہ کردار والے چہرے لئے پھرتے ہیں لیکن حیا و غیرت نام کی کیفیت سے نا آشنا ہو جاتے ہیں معاشرے کے ایسے افراد، ایسے لیڈر، ایسے علماء اور ایسے حکمران قوم کو تباہی اور پستی کی اس سرحد پر لا کھڑا کرتے ہیں۔ جہاں پر کوئی دوسری قوم اسے دبوچ کر غلام بنا لیتی ہے۔ اس وقت ملک پاکستان اور اس میں بسنے والی قوم کا یہی حشر ہو چکا ہے کیا کسی کو احساس ہے؟

تارج رحیم

وقتِ شہادت

ان الدین عند اللہ السلام

عزیزان محترم، اسلام علیکم رحمتہ اللہ

تقسیم ملک اور پاکستان کا بننا اور اس وقت کے واقعات، میرے ہم عمر لوگوں کو بہت اچھی طرح یاد ہیں۔ دوسری نسل بھی بہتر طریقے پر سن کر جان سکی اب ہماری تیسری اور چوتھی نسل جا رہی ہے۔ تیسری نسل میں قدرے احساس تھا۔ لیکن آج کی نئی پود جس کی تربیت بھی نئی روشنی میں ہو رہی ہے ان کے لیے یہ سارا افسانہ فضولیات سے بھرا ہوا ہے ان کے نزدیک مغربی تہذیب مغربی فکر مغربی طرز حکومت مغربی طرز زندگی بہترین زندگی کا راستہ ہے اور اس کا اثراب اتنا مضبوط ہوتا جا رہا ہے کہ دور حاضر کے سیاسی قائدین بھی اسلام کا نام لیتے ہوئے جھجکتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ ووٹ دینے کی جو طاقت ہے وہ اسلام کا نام سننا نہیں چاہتی اور نئی نسل جو غالب آ رہی ہے بزرگوں کو بے وقوف سمجھتی ہے۔ اور پکڑ کر کہتی ہے کہ ایسا کرنا ہے آپ نے دیکھا کہ ہم کس طرح مغرب کے نقش قدم پر جا رہے ہیں۔ اس کو سمجھنے کے لیے ہمارا ٹی۔ وی کا پروگرام "گیتار" کسی دن دیکھئے۔ کہ کیا زہر گول رہا ہے ٹی وی حرام کرنے سے ہمارے سر سے بلا ٹل نہیں جائے گی۔ بلکہ ہمیں اس کا سدباب کرنا ہو گا۔ مغرب والوں نے یہ کیا کہ جب وہ اپنے گانے بجانے پر سے تھکے، کلبوں سے تنگ آئے۔ تو اب نیا انداز اپنایا کہ چند لڑکیاں، چند لڑکے آوارہ سا لباس۔ (بے لباسی ان کا لباس ہوتا ہے) اور مختلف گانے بجانے کے ساز انہوں نے اٹھائے ہوئے ہیں۔ دس بارہ گانے والے۔ پندرہ بیس میوزک بجانے والے تیس چالیس کیمرے والے تو یوں دس پندرہ گاڑیوں میں قافلہ چلتا ہے ایک گانا انہوں نے فلمانا ہوتا ہے جس کے دو جملے کسی ڈیرے پر باقی کسی پہاڑی پر چار جملے کسی نہر یا ندی پر، دو جملے کسی پھنگٹ پر جہاں لڑکیاں پانی بھر رہی ہوں کہیں فصلوں کی کٹائی ہو رہی ہو دو جملے وہاں پر اس طرح سینکڑوں میلوں پر پھیلا کر کئی مناظر فلما کر ایک گانا بنایا جاتا ہے جو جدید مغرب میں مقبول ہوا اور اس میں ساری ہی بے حیائی کی قسمیں آ جاتی ہیں بڑے مزے کی بات یہ ہے کہ یہ امریکن سٹائل ابھی یورپ میں نہیں آیا یہاں جو ساتھی لندن یا یورپ سے تشریف لائے ہوئے ہیں انہوں نے اسے ابھی نہیں دیکھا یہ امریکہ کا جدید انداز ہے آدمی جب امریکہ سے واپس آتا ہے تو اسے یورپ یوں لگتا ہے جیسے شہر سے کسی گاؤں میں آ گیا۔ اپنی ساری ساری بے حیائی کے باوجود یورپ امریکہ سے اتنا ہی پیچھے ہے جتنا کوئی بہت بڑا شہر کسی چھوٹے سے گاؤں سے۔ لیکن یہ انداز پاکستان ٹی۔ وی پر شروع ہو چکا ہے وہی لباس، وہی ساز وہی سارا کچھ صرف بول اردو کے ہیں اس پروگرام کا نام "گیتار" ہے یہ مجھے نہیں پتہ کس دن لگتا ہے۔ لیکن میں نے اسے دو دفعہ دیکھا ہے۔ اس لئے کہ اس میں کیا کچھ ہے میرے خیال میں انہوں نے کوئی کمی نہیں چھوڑی بلکہ کچھ بڑھایا ہے جب کسی بیمار کے پاس دوا نہیں ہسپتالوں کے لیے وسائل نہیں دفاع کے لیے وسائل نہیں ملازموں کی تنخواہیں نہیں دی جا

سکتی تو لاکھوں روپے سے ایک گانا ہمارا ٹیلی ویژن فلما رہا ہے ماہنامہ "تکبیر" نے اس دفعہ خوبصورت سرخی جمائی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ ٹی وی والے نوجوان لڑکوں کو لے کر لڑکیوں کے شکار پر نکلے ہوئے ہیں۔ غالباً انہیں یہ معلوم نہیں کہ یہ سٹائل لیا کہاں سے ہے۔ اب جس ملک کے حصول کے لیے اسلام کا' اللہ اور رسولؐ کا نام لیا گیا بے شمار مسلمان اس کے لیے قربان ہوئے گھر لٹے' عزتیں لٹیں' جانیں گئیں اور کتنے لوگ بے گور و کفن' پرندوں اور کتوں کی غذا بن گئے درندوں نے کھایا جن لوگوں نے وہ زمانہ دیکھا ان کو یاد ہو گا کہ لاشیں پڑی ہوتی تھیں اور گد درختوں پر بیٹھے دیکھ رہے ہوتے تھے کہ وہ بھی اتنے سیر ہو گئے تھے۔ اب اس ملک میں چوتھی نسل جا رہی ہے اور چار نسلوں تک جو کچھ ہوا وہ یہ ہے کہ اسلام سے جان چھڑائی جائے۔ جبکہ اسلام کے نام پر ملک لیا۔

نو آبادیاتی نظام کا ایک فطری طریقہ ہے کہ جن ممالک کو نو آبادیات بنایا جاتا ہے باہر کی قومیں آ کر انہیں اپنی غلامی میں لے لیتی ہیں سب سے پہلی بات یہ کہ باہر سے لوگوں کو لانے کے لیے اس ملک میں غدار ہوتے ہیں جو اگر ساتھ نہ دیں تو باہر کے چند ہزار افراد کا ملک پر مسلط ہونا آسان نہیں ہوتا کروڑوں جہاں آبادی ہو وہاں چند ہزار مسلط ہو جائیں تو اس میں کمزوری یہ ہوتی ہے کہ ان کروڑوں کے اندر کچھ غدار ہوتے ہیں جن کی غداریوں سے غیر حکمران بنتے ہیں۔ یہ فطری عمل ہے اور ہونا ہی ایسا چاہیے کہ چھوڑتے وقت وہ اپنے بدترین مخالفین کو تو حکومت نہیں دیتے وہ تو انہیں کو دیتے ہیں جو دفاتر میں ان کے ساتھ بیٹھتے ہیں۔ تو ضروری ہوتا ہے اس قوم کو جس نے غیر کو بھگا دیا ہو کہ وہ غیر کے پروردہ ان غداروں سے بھی گلوخلاصی کروائے۔ تب جا کر اسے آزادی کی صورت دیکھنی نصیب ہوتی ہے ایک محاورہ ہے کہ انقلاب اپنے پیدا کرنے والوں کو کھا جاتا ہے کیوں؟ انقلاب کیسے بھی آئے فوری طور پر اوپر وہی لوگ آتے ہیں جو بھاگنے والوں کے قریب ہوتے ہیں جب تک ان کے دم میں دم ہوتا ہے وہ ان ہی کی نمائندگی کرتے رہتے ہیں وہی اطوار وہی طریقے وہی فکر۔ ہم ایک دن کینیڈا ایک سٹور پر گئے وہاں طریقہ یہ ہے کہ آپ ایک ٹرالی لے لیں اور سٹور پر پھر کر اپنی پسند کی چیزیں لیں۔ جب باہر نکلنا ہو تو گیٹ لاک ہو گا ساتھ ہی کاؤنٹر ہو گا آپ پیسے دیں رسید لیں تو وہ لاک ہٹ جاتا ہے اس طرح کاؤنٹر پر ایک ایک بندہ کھڑا اپنی باری کا منتظر ہوتا ہے۔ تو ہم نے ایک منسٹر کو دیکھا جو اپنی ٹوکری اٹھائے ہوئے عام آدمیوں کی قطار میں کھڑے ہوئے بل دینے کے انتظار میں تھے۔ ہمارے ہاں منسٹر صاحب نے آنا ہوتا ہے تو پورا صوبہ بند' دوکانیں بند' ڈھول بج رہے ہیں۔ پٹاخے چل رہے ہیں جھنڈیاں لگ رہی ہیں سکولوں کے بچے گلیوں میں کھڑے ہیں۔ کمشنر وہاں ڈی۔ سی وہاں تحصیل دار موجود دفاتر بند تمام نظام معطل وجہ صرف یہ ہے کہ حاکم کو اپنا دبدبہ رکھنے کے لیے حاکم اور محکوم میں فاصلہ رکھنا لازم ہے کہ آگے پیچھے پولیس ہو گی اتنا لاؤ لشکر ہو گا کہ ٹریفک رک جائے گی سڑک بند ہو جائے گی۔ تاکہ محکوم دب کر رہے اب غیر ملکی تو چلے گئے۔ لیکن وہ دبدبہ زیادہ بڑھ گیا اب روپوں کے گیٹ بھی بننا شروع ہو گئے تاکہ ایک بندے کی فرعونیت کو بڑھا چڑھا کر دوسروں کو مرعوب کیا جائے۔ یہ ہتھکنڈے غیر اقوام اپنا دبدبہ قائم رکھنے اور لوگوں کو اپنی غلامی میں قید رکھنے کے لیے کرتے تھے۔ اب ان کے سیاسی جانشین اس بات میں ان سے آگے بڑھ گئے۔ میرے خیال میں میاں نواز شریف صاحب بڑے شریف آدمی ہیں۔ لیکن اس معاملے میں کتنی پیش رفت انہوں نے بھی کی کہ سیلاب میں جس کا گھر بہہ گیا اسے پانچ ہزار روپیہ ملا وہ پانچ ہزار روپے دینے کے لیے میاں صاحب خود تشریف لے گئے ۔ میاں صاحب کے جانے سے وہاں وفاقی وزیر' صوبائی وزیر کمشنر آئی جی۔ ڈی آئی جی اور بے شمار لوگ جمع ہوئے اور اس سارے کا آپ بل بنائیں تو وہ پچاس لاکھ سے کم نہیں ہو گا۔ ایک تقریر نشر کرنے کے لیے دیہاتی ماحول سندھ میں بنایا گیا

وفاقی ٹیلی ویژن کا عملہ سٹاف سارا کچھ لے کر وہاں پہنچا۔ میرے خیال میں لاکھوں کا بل بنا اور آدھے گھنٹے کی تقریر چارپائی پر بیٹھ کر نشر ہو گئی۔ کوئی ایک آدھ بندہ اگر شریف بھی ہوتا ہے تو اسے بھی روایت قائم کرنے کے لیے انہیں ہی راستوں پر چلنا پڑتا ہے۔ جن پر چل کر لوگ اسے قبول کریں اور ووٹ دیں میں نہیں سمجھتا کہ ذاتی طور پر اسے یہ چیز پسند بھی ہو لیکن ہمارے ماحول نے ہر اس بندے کو جس نے آگے جانا ہے غیروں کی سمت چلنے پر مجبور کر رکھا ہے اب آپ کسی شریف آدمی سے کہیں کہ الیکشن میں کھڑا ہو تو وہ کان پکڑے گا اس لیے کہ اسے بہروپیا بننا پڑے گا' جھوٹ بولنا پڑے گا۔ گالی سننا پڑے گی۔ کسی پر الزام لگانا ہو گا کسی کا الزام سننا پڑے گا۔

سیدھی سیدھی جو بات کرے گا اسے کوئی ووٹ ہی نہیں دے گا یہ وہ صورتحال ہے جو ہمارے سامنے ہے۔ جس میں کوئی شک و شبہے کی گنجائش نہیں ہمارے سامنے اب دوبارہ میدان میں وہی لوگ ہیں جن کی اسمبلیاں توڑ دی گئیں جن کی دو جماعتیں ہیں ایک جماعت سے بھاگے ہوئے لوگ دوسری جماعت سے الحاق کر لیتے ہیں ان سے جو ٹوٹ ٹوٹ کر نکلے انہوں نے اپنی اپنی الگ الگ جماعتیں بنا لیں پیپلزپارٹی کی حکومت توڑ دی گئی بدیانتی کر رہی ہے غداری کر رہی ہے ملکی راز فروخت کر دیے خزانہ لوٹ لیا مسلم لیگ کی حکومت پہلی حکومت ہے جسے تاریخی شرف حاصل ہے۔ کہ سربازار بولیاں لگا کر ایم این اے خریدے اور بیچے۔ اس کے بعد سارے شروع ہو گئے لیکن ابتدا مسلم لیگ نے کی۔ تقسیم ملک سے لے کر آج تک ہم بھی مسلم لیگ میں تھے جب آج کے بڑے بڑے مسلم لیگی بھٹو کے جوتے صاف کر رہے تھے تاریخ گواہ ہے کہ بھٹو کے عروج کے وقت اس کے خلاف بڑی زور سے زبان کھولی اور جرات سے بیان کیا۔ اس لیے کہ ہمارا مقصد نہ بھٹو سے دشمنی تھا نہ کسی دوسرے سے دوستی ہم تو اللہ کے لیے جو کھری بات ہوتی تھی وہ کرتے تھے اور انشاء اللہ کرتے رہیں گے۔ لیکن

ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ وہی بکاؤ مال دونوں اسمبلیاں تڑوا کر اب پھر میدان میں موجود ہیں بالکل وہی بندے' نام نہیں بدلا' نسل نہیں بدلی' قوم نہیں بدلی' کوالیفیکیشن نہیں بدلی اب اس حال میں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم کیا کر سکتے ہیں؟ ایک تو سادہ سا جواب ہے کہ ہم کچھ نہیں کر سکتے لیکن یہ جواب شاید میدان حشر میں کام نہیں آئے گا۔ یہاں تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہم کچھ نہیں کر سکتے لیکن اللہ کی بارگاہ میں یہ جواب کام نہیں آئے گا۔ میں آپ کو پاکستان کی تھوڑی سی تاریخ سنا دوں ہم لوگ اپنے وعدے سے بدل گئے لیکن ذات باری نے ہمارے اس وعدے کو ہمیشہ پہلے رکھا۔ ملک بنا۔ قائداعظم نے بڑی محنت کی۔ لیکن نہ مسلم لیگ کو اسلامی منشور دیا اور نہ پاکستان کو اسلامی آئین۔ لیاقت علی خان آ گئے میں گڑھے مردے اکھاڑنا نہیں چاہتا لیکن تاریخ بیان کرنا چاہتا ہوں کیونکہ ہماری وراثت ہے۔ لیاقت علی خان ذاتی مفادات کی وجہ سے صلح نہ کرواتا تو جموں آٹھ گھنٹے کی مار پر تھا یہ بڑی واضح اور کھلی بات ہے۔ مغربی طاقتوں کا دباؤ پڑا کہ جموں ہمیں نہیں لینا چاہیے جموں دشمن نے لے لیا۔ اس کے بعد جو آتا گیا چلتا گیا غلام محمد بڑا طاقتور گورنر جنرل تھا۔ لیکن جب وہ مر گیا تو حکومت کو لالے پڑ گئے جس قبرستان میں جاتے تھے لوگ قبر نہیں کھودنے دیتے تھے پھر کراچی کے عیسائیوں کے قبرستان میں دفنایا گیا قدرت کے انتقام بھی بڑے سخت ہوتے ہیں۔ آج بھی اگر قبرستان کے گیٹ سے داخل ہوں تو بائیں ہاتھ چند گز کے فاصلے پر قبر موجود ہے پھر ایوب خان آئے میرے خیال میں پاکستان میں جو ملکی تعمیر ہے وہ بیشتر ایوب خان کے زمانے کی ہے یا اس کی بنیاد ان کے زمانے کی ہے۔ اور جو ٹوٹ پھوٹ ہے وہ بھٹو نے شروع کروائی یہ دو بڑی موٹی نشانیاں ہیں۔ ایوب خان نے اپنی حکومت کی جوانی میں کینڈا سے فضل الرحمان صاحب کو درآمد کیا اور کہا کہ اسلام سارے کو کانٹ چھانٹ کر نیا بنایا جائے علماء نے شور شرابہ کیا فضل الرحمان تو بھاگ گیا لیکن ایوب خان کو بھی رب العزت نے

زیادہ مہلت نہ دی اور ساری طاقت کے باوجود بوریا بستر سمیٹنا پڑا پھر یحیی خان نے یہ ہی ہمت کی کہ آدھا پاکستان اللہ کے سپرد کر دیا اور اللہ نے انہیں بھی اٹھایا۔ پھر بھٹو صاحب اپنے اقتدار کی خاطر آدھا پاکستان ہار کر آئے لیکن جس دن سے انہوں نے اسلام پر طنز کرنا شروع کیا اس دن پھانسی کی رسی ان کے حلق کے گرد لپٹنی شروع ہو گئی۔ اللہ رب العزت نے برداشت نہ کیا اور ایک بھنگی کے ہاتھوں پھانسی پا گئے۔ اس کے بعد ضیاء الحق صاحب آ گئے بہت نیک مخلص بہت کھرے آدمی تھے ریفرنڈم کروایا کہ اگر نفاذ اسلام چاہتے ہو تو مجھے پانچ سال کے لیے اور مہلت دو جب مہلت مل گئی تو کہا کہ اسلام نافذ تو نہیں کر سکتا لیکن کچھ بنیادیں رکھ جاؤں گا۔ ادھر وہ اپنے وعدے سے پھرے ادھر اللہ تعالی نے پھٹے کھینچ دیا پھر بے نظیر کا اسلام سے دور کا واسطہ بھی نہ تھا چلتی بنی۔ میاں نواز شریف صاحب نے کہا کہ میں بنیاد پرست سرے سے ہوں ہی نہیں اللہ کریم نے فرمایا تم بھی چھٹی کرو لیکن میرے دوستو رب الکریم کب تک جھاڑو دیتے رہیں گے۔ یہ تو اس کا احسان ہے کہ جو بھی اسلام کے خلاف ارادہ کرتا ہے وہ اس کی گردن دبا دیتا ہے۔ لیکن ہم نے اتنے عرصے میں کیا کیا پاکستان کے شہروں نے پاکستان کے لوگوں نے، مسلمانوں نے اتنے عرصے میں کیا کیا۔ کبھی روٹی پر بک گئے۔ کبھی کپڑے پر بک گئے کبھی امید پر بکتے چلے جا رہے ہیں میرا خیال یہ ہے کہ حکمرانوں کی بجائے اب شاید ایسا نہ ہو ہماری باری آ جائے اللہ کریم فرما دے کہ ہر بار تم ہی ان کو لاتے ہو اب تم بھگتو اور شاید پھر کہیں ایسا ہو جس کی ابتدا ہو چکی ہے۔ ہمارے ملک میں جو نظام تعلیم ہے اسے یہودی لابی کے ہاتھ بیچ دیا گیا ہے اور یہودی لابی کے لوگ سرحد اور بلوچستان میں پہنچ چکے ہیں اور ہمارے نظام تعلیم کو جدید کرنے میں مصروف ہو گئے ہیں۔ جدید سے مراد یہ کہ اللہ کا نام کہیں نہ آئے جہاں اللہ رسول ؐ کا نام آ جائے وہاں قدامت پسندی ہے۔

ان کا پروگرام یہ ہے کہ ہمارا کوئی بچہ بھی خدا کے نام سے واقف نہ رہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ اب ہماری باری آ رہی ہے کہ اللہ کریم نے بڑی دفعہ اوپر والوں کے سر اڑائے اب چونکہ ہر بار ہم ہی ان کو اوپر لے آتے ہیں اب باری ہماری آ رہی ہے اگر یہ نئی نظام تعلیم کی پالیسی کامیاب رہی تو ہمارے پاس ایسے لوگ تو ہیں جو بتا دیتے ہیں کہ جنازے کی نیت نہیں آتی تو اللہ اکبر ضرور کہنا اور پیچھے کھڑے رہنا لیکن جب ہم مرے تو شاید یہ بتانے والا کوئی نہ ہو۔ نئی نسل جب اللہ کے نام سے ہی نہ آشنا ہو گی تو ہمارے جنازے پڑھنے کون آئے گا۔ نئی نسل کا تماشا میں نے اس سال امریکہ میں دیکھا ہے لوگوں نے گھر چھوڑا۔ ملک چھوڑا۔ برادری چھوڑی۔ دوست چھوڑے۔ امریکہ گئے پیسہ کمایا۔ شادیاں کیں۔ اولاد ہوئی۔ بڑے مزے سے رہے لیکن بڑے ذلیل ہو کر مرے جمعے کی نماز تھی جامع مسجد کے خطیب تشریف لائے کہ حضرت جمعہ کی نماز ہمارے ساتھ پڑھیئے گا میں نے کہا نماز پڑھنی ہے کسی مسجد میں آپ کے ہاں حاضر ہو جائیں گے آپ قریب ہیں کہنے لگے کہ آپ بیان بھی کیجئے گا لیکن جمعہ کے بعد۔ میں نے کہا مولانا صاحب پہلی مرتبہ سن رہے ہیں کہ کسی جگہ جمعہ پہلے پڑھا جائے اور بیان بعد میں کیا جائے یہ نئی بات ہے۔ کہنے لگے کہ حضرت ایک بزرگ فوت ہو گئے تھے اور ان کا جنازہ ہے۔ میں نے کہا کہ فوت ہو گئے تھے سے کیا مراد ہے۔ ڈیڑھ ہفتہ پہلے فوت ہو گئے تھے جنازہ آج ہے کوئی جنازہ پڑھنے والا فارغ نہ تھا۔ نیچے Basement میں صفیں بن رہی تھیں ہم بھی چلے گئے دائیں طرف دیکھا تو ایک خاتون بیٹھی ہوئی تھیں عجیب و غریب نیم عریاں لباس ایک ہاتھ سے برگر چبائے جا رہی تھی اور دوسرے سے Coke پئے جا رہی تھی پانچ سات لطیفہ قسم کے بچے بچیاں بھی۔ سرخ کالے پیلے نیلے بے ترتیب کپڑے پہنے ہوئے۔ تو سمجھ نہیں آتی تھی کہ بیٹی کون ہے، بیٹا کون ہے۔ بس بچے ہی تھے تو میں نے پوچھ لیا کہ جنازے میں آپ نے پکنک منانے والے کہاں سے بلائے ہیں جواب ملا کہ یہ تو بابا کی بیوی ہے اور یہ اس کی اولاد

ہے۔ میں نے کہا یہ بیوی کہاں سے آئی کہنے لگے کہ یہ میکسیکو کی ہے اب ڈیڑھ ہفتہ انتظار کرانے کے بعد بھی جو لوگ جنازہ پڑھنے آئے ان میں شاید ہی کوئی ایسا ہو جو پی۔ ایچ۔ ڈی نہ ہو جب صفیں بن گئیں تو مولانا نے آرام سے کہا کہ دیکھو! جنازہ کی نیت اس طرح کی جائے اگر نہیں آتا تو اللہ اکبر کہنا یا خاموش کھڑے رہنا میں نے کہا! لعنت ہو بابا تیری زندگی پر بھی اور تیری موت پر بھی ہم تیرے جنازے سے باز آئے۔ خدا کے بندے، بیوی کافر۔ بچے دو رنگے، ۸۵ سال عمر گزار کر تو مرا ہے پی ایچ ڈی جنازہ پڑھنے والے، جنہیں نماز جنازہ نہیں آتی ہم نے کون سا گناہ کیا ہے کہ ہمیں درمیان میں گھسیٹ لائے ہو کس کا جنازہ کس لیے پڑھیں۔ ہم تو جانتے نہیں کہ کہ یہ کیسا بندہ تھا؟ اس کے ساتھ کیا ہوا۔ اور جو تم جاننے والے ہو تمہارا یہ حال ہے۔

یہ نئی تہذیب جو یہاں قدم جما رہی ہے یہ حال جو وہاں ہے۔ چند سالوں بعد یا چند نسلوں بعد یہاں پر بھی یہ ہی ہو گا اس ساری صورت حال کے پیش نظر ہمارا بنیادی کام ہے اللہ کا ذکر بتانا، اللہ کا دین بتانا اور دینی کام کرنا اور یہ اتنا بڑا کام ہے اور اتنا بڑا شعبہ ہے کہ اس میں کسی دوسرے کام کی گنجائش نہیں نہ اس کے لیے وقت نکلتا ہے رات اور دن اس کے لیے صرف ہوتا ہے اور وقت کم پڑتا ہے اس کے باوجود ہماری ضرورت بھی ہے اور ہم پر فرض بھی ہے کہ جو ہم کر سکتے ہیں اس برائی کو روکنے کے لیے کریں اور یہ اس وقت کا افضل ترین جہاد ہے اور میں نے ان لوگوں سے بھی کہا ہے جو مجھ سے اجازت لینے آتے ہیں کہ ہم نے کابل یا کشمیر جانا ہے میں نے کہا کس لیے! مجھے آج تک کوئی یہ نہیں سمجھا سکا کہ آج کشمیر سے ہندو چلے جاتے ہیں تو جو حکومت قائم ہو گئی ایک اور پاکستان ہی بنے گا بندے بدل جائیں گے ایک رام دس چلا جائے گا اس کی جگہ دین محمد آ جائے گا لیکن حال جوں کا توں رہے گا۔ سوچ بھی وہی۔ تعلیم بھی وہی۔ قانون بھی وہی۔ انصاف بھی وہی۔ ظلم و ستم بھی وہی رہا تو پھر محمد دین کی نسبت۔ رام داس سے تھوڑی تکلیف ہو گی اس کا ظلم سہہ کر۔ میں نے کہا کہ اگر جہاد کا ہی شوق ہے تو پہلے اس ملک میں جہاد کرو اور یہاں اسلام کو عملاً حاکم بناؤ تاکہ جو ریاست بھی آزاد ہو اس کے پاس ایک آزاد اسلامی حکومت بطور نمونہ موجود ہو میری اپنی یہ سوچ ہے کہ پہلے کنوئیں سے کتا نکالو جو اس میں گرا ہوا ہے پھر ڈھول نکالنا تاکہ پانی پاک ہو جائے۔

اس کے لیے ہم نے اپنی ساری مصروفیات کے باوجود ایک اور مصیبت بڑھا لی الاخوان کے نام سے مسلمانوں کو قرآن حکیم نے الاخوان کا نام دیا ہے ہم نے قرآن حکیم سے یہ نام لے کر الاخوان تنظیم قائم کی صرف اس مقصد کے لیے کہ الاخوان کا ہر ممبر بنیادی طور پر اپنے آپ پر اسلام نافذ کرے ہمارے ہاں یہ کمزوری رہی کہ جتنی دینی جماعتیں بھی میدان میں آئیں۔ آئیں تو نفاذ اسلام کے لیے اور بہت کچھ کر بھی گئیں مثلاً جماعت اسلامی کو ہی دیکھ لیں۔ ایک نئی نسل کو بڑی حد تک کفر سے بچانے کے لیے مولانا کا لٹریچر بہت بڑا کام کر گیا۔ بہت سے لوگوں کو اس تنظیم میں شامل کر کے انہوں نے گمراہی اور کفر میں جانے سے بچا لیا۔ تھوڑی زیادہ پان لگ گئی تو کلباڑا گئے لیکن ادھر جانے سے تو بچ گئے اسی طرح تبلیغی جماعت کے لوگوں نے ذرا پان نہ لگائی ڈھیلے کر دیئے لیکن ادھر جانے سے تو بچ گئے۔ دینی جماعتوں نے اپنے اپنے طور پر ہمت سے کام کیا لیکن مصیبت یہ ہے کہ سیاست میں جب آئے تو کسی کو اسمبلی کی پانچ سیٹیں کسی کو دو تو باقی توجہ ان کی اپنی ان سیٹوں کو بچانے میں لگ گئی۔ جب سے جماعت اسلامی جیسی بہت بڑی جماعت اسمبلی میں آئی ہے تب سے لے کر آج تک اس کی ساری ترقی یہ ہی ہے کہ جتنی سیٹیں ہماری اسمبلی میں ہیں وہ کہیں کھو نہ جائیں وہ ساری تگ و دو اس میں رہ گئی اس طرح جمعیت علمائے اسلام کو دیکھ لیں جمعیت علمائے پاکستان کو دیکھ لیں تو یہ سیاست میں جب آئیں دینی کام انہوں نے ضرور کیا لیکن جب اسمبلی میں آئیں تو ساری توجہ اپنی سیٹوں کے تحفظ پر مذکور ہو گئی

حتی کہ "سپاہ صحابہ" جو بہت جلدی آئی۔ حق نواز مرحوم بہت اچھے انسان تھے ہمارے دوست تھے۔ اللہ ان پر کروڑوں رحمتیں نازل کرے اس پر جان دے گئے۔ لیکن سپاہ صحابہ کا ٹارگٹ بھی اب یہ ہی رہ گیا ہے کہ ہماری جو دو ایک سیٹیں قومی اسمبلی میں ہیں وہ قائم رہیں ساری کوششیں وہاں آکر رک گئیں اب چاہیں بھی تو نفاذ اسلام کے لیے ان کے پاس فرصت ہی نہیں بس سارا وقت اس پر صرف ہو رہا ہے کہ ہماری سیٹیں نہ ضائع ہو جائیں۔

الاخوان کے لیے کوئی ٹارگٹ نہیں ہے۔ نہ اسمبلی نہ وزارت نہ صدارت، الاخوان کے ارکان اگر اسمبلی میں کبھی چلے بھی جائیں تو اسمبلی ہمارا ٹارگٹ نہیں الاخوان کے ہر ممبر کا کام بنیادی طور پر نفاذ اسلام ہے جس کے لیے وہ ہر ممکن کوشش کرے گا اس لیے سلسلہ عالیہ کے جتنے لوگ ہیں یہ حکماً" الاخوان کے ممبر ہیں۔ اس لیے کہ میں الاخوان میں ہوں تو جن لوگوں کی بیعت مجھ سے ہے وہ اسی بیعت کی نسبت سے الاخوان میں موجود ہیں بیعت کا مطلب بھی یہ ہی ہوتا ہے کہ کسی کے ہاتھ پر بک جانا۔ جینا مرنا، نیک و بد سوچنا اس کا کام ہے۔ جو لوگ سلسلے میں نہیں ہیں ان کے لیے ہم نے فارم بنا دیئے ہیں وہ ذکر کریں نہ کریں۔ نفاذ اسلام ان کا بھی فرض ہے تو الاخوان کا بنیادی مقصد ہے کہ کوئی بھی حاکم ہو، حکومت اسلامی انداز سے کرے۔ کوئی بھی اسمبلی بنے اس میں جو بھی جائے وہ کم از کم دین دار ہو اور برے آدمی کو جانے سے روکنے کے لیے محنت کی جائے۔ یہ تو تھا وہ پس منظر جس میں آپسے بات کرنا چاہتا تھا۔ کسی کا کوئی سوال ہے۔ تو میں حاضر ہوں۔

آپ اس بات پر متفق ہیں کہ ہمیں اس برائی کا مقابلہ امن طور پر کرنا چاہیے۔ جتنی تنظیمیں بنتی ہیں وہ اپنا وجود منوانے کے لیے فساد کا راستہ اختیار کرتی ہیں توڑ پھوڑ کرتی ہیں گاڑیاں جلاتی ہیں دو کانیں لوٹتی ہیں تنظیم الاخوان سے ہو سکا تو کسی کے گھر کو لگی ہوئی آگ بجھانے کے لیے آگے بڑھے گی۔ کسی مظلوم پر ظلم ہو رہا ہے تو اسے ظلم سے نجات دلانے کے لیے ہم آگے بڑھیں گے کسی غریب کا گھر چھینا گیا ہو تو ہم عدالت تک اس کا حق دلانے کے لیے اس کی مدد کے لیے جائیں گے جب تک یہ قانون ہے اس میں جو انصاف ہے وہ تو لوگوں کو ملے جہاں تک ہمارا ہاتھ پہنچ سکا ہم اسے ہسپتال سے بھی دوائی پہنچائیں گے اگر اپنے پلے سے نہ دے سکے تو کم از کم سائے میں تو اٹھا کر رکھیں گے۔ پانی تو پلائیں گے اس نرمی کے ساتھ ہمارا دوسرا پہلو اتنا سخت ہو گا کہ کوئی بھی بے دین آدمی ہم سے اپنی تائید نہیں لے سکا گا۔ الاخوان کا کوئی ساتھی اپنی مرضی سے ووٹ نہیں دے گا جتنے ضلعی امراء ہیں انہیں فی الوقت الاخوان کا ضلعی امیر بھی تسلیم کیا جائے۔ اور یہ ان کا پکا عہدہ نہیں ہے یہ الاخوان کا عہدہ الگ ہو گا کسی جگہ ضلعی امیر بھی ہو سکتا ہے اس پر پابندی نہیں ہے لیکن ذکر کرانے کی کوالیفیکیشن الگ ہے اور تنظیم کے امور کی کوالیفکیشن الگ ہے اس لیے اس میں ان لوگوں کو آگے لایا جائے گا جو سیاسی قسم کا کام کرنے میں زیادہ مہارت رکھتے ہیں لیکن اب چونکہ وقت نہیں ہے اس موقعہ پر سلسلے کے سارے احباب اپنے ضلعی امیر کے ساتھ رابطہ رکھیں ضلعی امیر اپنے صوبے کی مرکزی تنظیم کے ساتھ رابطہ رکھیں گے اگر مرکزی تنظیم الحاق کرتی ہے کسی دینی تنظیم کے ساتھ کسی دینی قیادت کے ساتھ تو انشاء اللہ الاخوان کے سارے ووٹ اسی تنظیم کو ملیں گے۔ آگے اللہ کو انہوں نے جواب دینا ہے لیکن یہ تحقیق میں مرکزی عہدے داروں کے ذمے لگاتا ہوں کہ وہ الاخوان کے ووٹ کی حمایت جسے دلانا چاہتے ہیں اس کا اعلان چند دنوں میں کریں کہ الاخوان بطور تنظیم سمیع الحق گروپ کی حمایت کرے گی مولانا شاہ احمد نورانی کی کرے گی مولانا فضل الرحمان کی کرے گی یا قاضی حسین کی امداد کرے گی مجھے افراد سے غرض نہیں ہے ان میں سے جس دینی جماعت کو الاخوان کی مرکزی قیادت زیادہ موثر اور بہتر دینی کام کرنے کے قابل سمجھتی ہے۔ ان کی صوابدید پر الاخوان کے

سارے ووٹ اور جو ووٹ الاخوان کے ساتھیوں کے کہنے پر ہوئے اللہ کے لیے ووٹ دیں گے کسی کے ذاتی مفاد کے لیے ووٹ نہیں دیں گے کسی دوستی کے لیے ووٹ نہیں دیں گے۔ کسی رشتہ داری کے لیے ووٹ نہیں دیں گے۔ الاخوان کے ووٹ محض اللہ کی رضا کے لیے اور اس ملک میں نفاذ اسلام کی بنیاد رکھنے کے لیے ہوں گے۔ الاخوان کا اصلی مقصد یا بنیادی ٹارگٹ یہ ہے کہ اسلام نافذ کیا جائے وہ اسلام جو خلافت راشدہ کے دور میں تھا۔ وہی اسلام اس ملک پر نافذ کیا جائے اس میں کوئی نقطہ بڑھانے کی ضرورت نہیں اسی انداز سے نافذ کیا جائے گا کوئی کہے کہ وہ انداز آج قابل عمل نہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ اس کا تعلیمی پس منظر کمزور ہے وہ اسلامی تاریخ سے ناواقف ہے۔ فاروق اعظمؓ نے جو حکومتی ڈھانچہ ترتیب دیا تھا آج تک دنیا کی ساری حکومتیں اس پر چل رہی ہیں اس پر اضافہ کوئی نہیں کر سکا مرکز ہو' ایک حکمران ہو۔ صوبے ہوں' ضلعے ہوں' تحصیلیں ہوں' زمین کی پیمائش کی جائے چھاؤنیاں بنائی جائیں بحری فوج الگ ہو۔ بری فوج الگ ہو۔ انتظامیہ الگ ہو ایک عدلیہ ہو یہ جتنے شعبے بنائے گئے یہ فاروق اعظمؓ نے بنائے تھے آج تک دنیا کا ہر نظام حکومت جمہوریت ہے' یا سوشلزم یہ حکومت حاصل کرنے کے ذرائع کے نام ہیں حکومت کرنے کا انداز وہی ہے زمین کی تقسیم کرنے کا انداز وہی ہے مالیہ اور لگان وہی اس میں جس نے بڑھایا وہ ظلم سے بڑھایا سود بڑھایا لوٹ مار بڑھائی بنیادی ڈھانچے میں کوئی تبدیلی نہ کر سکا کون کہتا ہے کہ اسلام حکومت نہیں کر سکتا اسلام تو وہ طرز حکومت ہے جو صحرا نشینوں کی جھونپڑیوں سے اٹھ کر روئے زمین پر چھا گیا اور نبی آدم کے ہر ہر بندے کے دل کی آواز بن گیا۔ بات صرف یہ تھی کہ وہ کھرا اسلام تھا اور آج اسلام کے نام پر اپنی خواہشات نافذ کرنا چاہتے ہیں الاخوان کے بارے میں اگر کسی دوست کو اس فیصلے سے اختلاف ہو تو وہ مجھے بتا سکتا ہے۔ میں اس کی بات سننے کے لیے حاضر ہوں میں اس کا مشورہ سننے کے لیے حاضر ہوں۔ یا وہ مجھے قائل کر سکتا ہے یا میں اسے سمجھا سکتا ہوں میرا فیصلہ یہ ہے کہ الاخوان محض اللہ کے لیے ووٹ دے گی مرکزی قیادت کے حکم پر تمام پاکستان کے ووٹ ایک طرف ہوں گے وہ محض اللہ کے لیے ہوں گے۔ ہمارے کام دنیا میں کون کرے گا وہی جس کے لیے ہم جی رہے ہیں کوئی وزیر ہماری مدد نہ کرے کوئی صدر بن کر ہمیں نہ پوچھے یں کسی صدر سے' کسی وزیر سے کوئی امید وابستہ کرنے کی ضرورت نہیں ہم وہ لوگ ہیں جو بارگاہ رسالتؐ کے غلام ہیں آج بھی اس لیے ہمیں کسی دنیاوی سلطان و امیر کے کرم کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہمیں اللہ نے بے نیاز کر دیا ہمارا یہ فریضہ ہے کہ کم از کم وہ لوگ جو بیعت نبوی کے روحانی بیعت کے طالب ہیں وہ لوگ جو اللہ اور رسولؐ کی رضا کے طالب ہے اگر وہ بھی اپنی رائے اللہ و رسول کے لیے نہ دیں تو پھر دنیا میں کون دے گا۔ پھر مفادات سے بالاتر ہو کر کون سوچے گا؟

ایک بجے جمعے کا خطاب شروع ہو گا جمعہ چونکہ ایک پبلک میٹنگ ہوتی ہے باہر کے لوگ بھی آ جاتے ہیں جو نہ ہمارے سلسلے کے ہوتے ہیں نہ ہماری اس تنظیم کے تو میں نے آپ کا وقت اس لیے لیا کہ یہ ہماری ذاتی بات ہے ہمارے گھر کی بات ہے ہمارا اپنا مسئلہ ہے اس میں ہم ہر آدمی کو نہ الجھائیں یہ ضرور ہے کہ اسلام میں آمریت نہیں ہے مشورے کی بات ہے اللہ کریم نے آنحضورؐ کو بھی حکم دیا تھا آپ کے پاس مشوروں کی فرصت موجود ہے میں حاضر ہوں اگر آپ اس طرح اسٹیج پر بات نہیں کرنا چاہتے تو کرنل عبدالقیوم صدر تنظیم ہیں کرنل مطلوب سلسلے کے ناظم اعلیٰ ہیں آپ ان سے بات کر لیں وہ آپ کی بات نوٹ کر لیں گے جو اس میں گنجائش ہو گی جو بہتر رائے ہو گی اس پر عمل ہو گا۔ اور اگر آپ متفق ہیں تو پھر میرا فیصلہ یہ ہے کہ ہم ووٹ اللہ کے لیے دیں گے سارے ساتھی اپنے مرکز ذکر کے ذریعہ ضلعی امیر کے ساتھ رابطہ کر لیں وہ آگے رابطہ کرے گا اس طرح آپ کا رابطہ تنظیم کے مرکز تک رہے گا اور جو مرکز سے آپ کے ووٹ

جیتنے میں کامیاب ہو گا الاخوان اسے ووٹ دے گی میرا بھائی، میرا رشتہ دار کھڑا ہوتا ہے آپ اسے بھی ووٹ مت دیں کوئی آپ کا رشتہ دار کھڑا ہوتا ہے ہم اسے بھی ووٹ نہیں دیں گے میری، آپ کی بات نہیں ہو گی دولت کی بات نہیں ہو گی، اپنے مفادات کی بات نہیں ہو گی بلکہ اللہ کے لیے اور یہ بنیادی اینٹ انشاء اللہ اس ملک میں الاخوان رکھے گا جو سوائے نفاذ اسلام کے کسی کمتر بات پر سودا بازی نہیں کر سکتا آپ یہ بنیادی اینٹ رکھیں آپ انشاء اللہ دیکھیں گے کہ جو بے چارے مسلمان اکیلے اکیلے پھر رہے ہیں انہیں ایک منزل ملے گی کہ یہاں ایک جگہ ہے جہاں یہ کام ہو سکتا ہے وہ بے شمار لوگ آپ کے ساتھ آئیں گے بے شمار لوگوں کے دل اسلام کے لیے دھڑکتے ہیں یہ چند غلام اوپر بیٹھے ہیں جنہوں نے سارا تماشا بنایا ہوا ہے۔ اکثریت آج بھی اللہ کے نام پر سوتی ہے اللہ کے نام جاگتی ہے ہم نے پرائمری میں ایک نظم پڑھی تھی "بارش کا پہلا قطرہ" اس میں بڑا خوبصورت تصور دیا تھا کہ بارش کے قطرے ہی تھے، زمین جل رہی ہے، برسنا چاہتے تھے جس سے بات ہوتی کہتا ایک قطرہ ہوں برسوں گا تو میں ہی جل جاؤں گا۔ زمین کو تو کچھ نہیں ہو گا آخر کسی ایک دیوانے نے کہا "میاں زمین کی آگ بجھے یا میں جل جاؤں۔ ہمارا کام برسنا ہے۔ میں تو گیا ایک ٹپکا، دو کو حوصلہ ہوا دو ٹپکے دس کو حوصلہ ہوا اور بادل یوں ٹوٹ کر برسا کہ جھل تھل ہو گیا۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ الاخوان وہ پہلا قطرہ بنے آپ یہ نہ سوچیں کہ ہم کچھ نہیں کر سکیں گے ہم انشاء اللہ بہت کچھ کر جائیں گے یہاں صرف پہلا قطرہ ٹپکنے کی ضرورت ہے آپ دیکھیں گے کہ انشاء اللہ موسلادار بارش ہو گی۔ یہ ہی ملک ہو گا اس کی سرحدیں وسیع ہوں گی اور اس پر اسلام کی حکومت قائم ہو گی انشاء اللہ۔

اللہ کریم ہماری خطاؤں سے در گذر فرمائے اور ہمیں اپنے ارادوں میں استقامت بخشے زندگی اسلام کے نام پر ہو موت اسلام کے نام پر آئے اور روز محشر حضورؐ کی رفاقت میں اٹھنا نصیب ہو

ایک ساتھی کے سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا۔

بات صرف یہ ہے میرے بھائی کہ اب اتحاد بن رہے ہیں جس میں اسلامی سوچ رکھنے والے اسلامی علم رکھنے والے لوگ آ رہے ہیں تو ووٹ نہ دینا، میرے خیال میں زیادتی ہے۔ زیادہ برائی کا راستہ روک کر اس سے کم تر برائی اگر اچھے لوگ نہ آئے تو کم برے لوگ منتخب کرنے چاہیں یہ ہماری منزل نہیں ہے جماعتوں سے الحاق ضروری نہیں ہے۔ یہ ہم اس لیے کریں گے الیکشن بہت جلدی آگئے ابھی چند مہینے ہی ہوئے سارے ساتھیوں کا الاخوان سے تعارف بھی نہیں ہے۔

تو ہم خود اس وقت میدان میں اترنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں انشاء اللہ ایک وقت آئے گا کہ تنظیم الاخوان پورے ملک میں مقابلہ کر کے ثابت کرے گی اور ملک میں اسلام نافذ بھی کریں گے انشاء اللہ میں آپ کو یہ بتا دوں کہ اسلام نافذ ایسے دیوانے لوگ ہی کریں گے جمع، تفریق سوچنے والے نہیں کر سکتے۔ وہی لوگ کریں گے جو اپنے مفادات قربان کر سکتے ہیں جو اپنی راتوں کی نیند دے سکتے ہیں جو اپنے دل کا چین دے سکتے ہیں جو اپنا مال و دولت اس پر خرچ کر سکیں گے اسے منڈی نہیں بنائیں گے اس سے دولت کمانے والے نہیں ہوں گے نافذ کرنے کی سعادت اللہ انہی دیوانوں کو دے گا یہ دانا، دانش ور جو اردو بولنے کے لیے بھی انگریزی لباس میں آتے ہیں انہیں یہ سعادت نصیب نہیں ہو گی الاخوان اس پوزیشن میں نہیں ہے کہ وہ خود حصہ لے ہاں اگر کوئی الاخوان کا ساتھی اپنے طور پر الیکشن لڑنے کی پوزیشن میں ہے تو بسم اللہ الاخوان کے سارے وسائل اور سارے ووٹ اس حلقے کے لیے ہیں جو ان کے زیر اثر ہوں گے بشرطیکہ وہ اپنے پلیٹ فارم پر ہو اگر وہ مسلم لیگ یا پیپلز پارٹی یا کسی دوسری جماعت کے پلیٹ فارم پر لڑے تو اس کی اجازت نہیں ہم اس کے ساتھ تعاون نہیں کریں گے الاخوان اس کی تائید کرے گا جس کے ساتھ مرکز ہو گا۔

اب یہ مرکزی قیادت کی ذمہ داری ہو گی کہ وہ جس جماعت سے الحاق کرنا چاہے اس کے سارے امیدواروں کے کوائف جمع کر کے جانچ پڑتال کرے۔ اہلیت ہو گی تو حلقے کے ووٹ اسے دیں گے ورنہ اس کے مخالف کو دیں گے کیونکہ کسی جماعت سے ہم اپنے مفاد نہیں لے رہے کہ ہم ان کے ہاتھ بک جائیں گے۔

ہمارا الحاق اللہ کے لیے ہے تو جس حلقے میں اس جماعت نے بھی کسی بے دین یا بدکار کو ٹکٹ دیا تو ہم اس کی مخالفت کریں گے اس بات کی وضاحت کر دی جائے گی کہ انہیں بھی یہ غلط فہمی نہ رہے کیونکہ الاخوان محض دین کے لیے، شرافت کے لیے اور محض اسلام کے لیے کام کرے گی۔

ایک اور سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا مرکزی قیادت کی ذمہ داری ہے کہ وہ کسی بھی حلقہ کے احباب سے رپورٹ مانگ لے کہ جو لوگ کھڑے ہیں ان میں سے کون شریف آدمی ہے پہلی بات تو یہ ہے کہ ہم چاہتے ہیں کہ جو دینی سوچ رکھنے والی جماعتوں ہیں ان کی مدد کریں۔ اب اس جماعت نے اگر کوئی بے دین لوگ اپنے مفاد کی خاطر گھسا لیے ہیں تو اب وہاں جو شریف آدمی کھڑا ہے ہم اس کی مدد کریں گے میرے رشتے دار بھی امیدوار ہیں الیکشن میں کھڑے ہوئے ہیں مجھ پر بھی پریشر ہو گا لیکن پارٹی کے ٹکٹ پر الیکشن لڑ رہے ہیں تو کیا ہم انہیں ووٹ دیں گے۔ کبھی نہیں۔ ان کا اپنا مزاج ہے، ہمارا اپنا مزاج ہے اب ہم ان کے قیدی تو نہیں۔ رشتے داری اپنی جگہ لہٰذا جس جس حلقے میں یہ صورت حال ہو۔ آپ کو چاہیے کہ ٹیلی فون یا خط کے ذریعے مرکزی قیادت سے رابطہ کریں ایک دو دن میں فیصلہ کریں ضلعی امراء کو چاہیے کہ وہ صحیح کوائف مہیا کریں کہ ان کے ضلع میں کون کون امیدوار کس جماعت سے وابستہ ہیں اور ان میں دینی جماعت کا امیدوار کون ہے اور وہ باقیوں سے کردار میں کیسا ہے؟ تاکہ مرکز کے پاس یہ معلومات اپنے ذرائع سے بروقت پہنچ جاویں۔

و آخر دالدعوان ان الحمد اللہ رب العالمین

ہر انسان کے سینے میں ایک ہی دِل ہے، اور وہی محل تجلیاتِ باری کے لئے مخصوص ہے، اِس لئے باری تعالیٰ اس میں غیر کا قبضہ پسند نہیں فرماتا، جب قلب تجلیاتِ باری کا مسکن بن جاتا ہے تو تمام رذائل ذلیل ہو کر چلے جاتے ہیں۔ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً ۔ چنانچہ جب قلب کی پُورے طور پر اصلاح ہو جاتی ہے تو غیر اللہ کا اس میں گزر نہیں ہوتا اور ولی اللہ کہہ اُٹھتا ہے "اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ"۔ معاصی کی وجہ سے قلب اندھا اور بہرہ ہو جاتا ہے مگر معالجِ رُوحانی کے علاج سے یہ اَمراض دُور ہو جاتے ہیں، وہ قلبِ سقیم قلبِ سلیم بن جاتا ہے، اور اُخروی فلاح کیلئے راس المال بن جاتا ہے

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ۝

"اُس روز نہ مال کام آئے گا نہ اولاد، ہاں مگر اللہ کے پاس جو شخص پاک دِل لے کر آئے" (اس کیلئے مفید ثابت ہوگا)

یہ تصوف کیوں؟

مولانا محمد اکرم اعوان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

جیسا کہ آپ احباب خوب سمجھتے ہیں یہ ذکر اذکار یہ وقت کو خرچ کرنا یہ آنے جانے کی کوفت یہ مجاہدہ تکلیف یہ سارا کچھ اس لیے ہے کہ آدمی کو قلبی اور باطنی تربیت حاصل ہو اور وہ اسلام کی حقیقت اور اس کی اصلی جو غرض یا مدعا ہے اسے جان سکے۔ اسلام کا سارے کا سارا مقصد یہ ہے اللہ کا بندہ اللہ کا بندہ بن کر رہے دنیا میں آ کر انسان اغراض کا بندہ بن جاتا ہے ضروریات کا بندہ بن جاتا ہے خواہشات کا بندہ بن جاتا ہے اور دنیا کی خواہشات اور دنیا کی ضروریات اور پھر اسے یہ چیز کچھ اتنا گھیر لیتی ہے کہ اکثر اوقات تو وہ اللہ کو بھول ہی جاتا ہے اور پھر کسی ایسے معاشرے میں جہاں اللہ کا نام لیا جاتا ہو اگر وہ اللہ اسے یہ سعادت بخشے تو کسی ایسی جگہ کسی ایسے معاشرے کسی ایسے ماحول میں پیدا ہو جہاں اللہ کریم کا نام ہے تو پھر زیادہ سے زیادہ وہ جو کچھ جانتا ہے وہ ایک ضمنی سا تعلق اللہ سے بھی قائم رکھتا ہے اپنے مفادات کو بچاتے ہوئے آرام میں بھی خلل نہ آئے اللہ کی عبادت چھوٹ جائے خیر ہے لیکن آرام میں خلل نہ آئے اللہ کا حکم پامال ہو جائے لیکن پیسہ آنے میں خلل نہ آئے اللہ کا حکم پامال ہو جائے لیکن وہ کسی کے خلاف کچھ کرنا چاہتا ہے کر گزرے۔ یہ سارا کچھ کرنے کے بعد پھر کسی وقت اسے فرصت ملے تو کوئی ایک آدھ نماز پڑھ لی کوئی تسبیح پڑھ لی اور وہ بھی اللہ کے لیے نہیں پھر اس نماز اس تسبیح اور اسی عبادت میں بھی بہت سی اغراض کو ملفوف کیا ہوتا ہے کہ نماز پڑھوں تو میرا کوئی رزق کا مسئلہ حل ہو جائے یہ تسبیح پڑھوں تو میرا وہ کام ہو جائے وہ کروں تو وہ ہو جائے اس طرح کا وہ جو ایک چھوٹا سا تعلق ہوتا ہے وہ پھر انسان کی مختلف غرضوں میں الجھا ہوا اور بکھرا ہوا ہوتا ہے۔ سلاسل تصوف یا صوفیاء یا ذکر اذکار یہ اس لیے ہیں کہ بندے کا تعلق رب کریم کے ساتھ بالکل کھرا بالکل خالص بالکل اللہ کی رضا کے حصول کے لیے ہو جائے اور وہ یہ سمجھ لے کہ جو فطرت کا عمل ہے اس میں سے گزرنا ہر ایک کو ہے جس طرح نیک و بد سارے پیدا ہوتے ہیں جس طرح نیک و بد سارے بچپن گزارتے ہیں لڑکپن گزارتے ہیں جوانی میں پہنچتے ہیں پھر بڑھاپا دیکھتے ہیں بڑھاپے کی علامات دیکھتے ہیں اسی طرح زندگی کے ہر ہر پہلو میں انسان کو فطری عمل سے گزرنا ہے اور یہ فطری عمل جو ہے یہ اچانک یا غیر معلوم طور پر یا حادثاتی طور پر نہیں ہوتا کم از کم اللہ کے لیے ہو۔ اگر بندے کو اپنی ذات کا یقین نہ آئے تو یہ یقین تو ہو کہ جو کچھ بیت رہی ہے اللہ کریم اسے ازل سے جانتا تھا اور جانتا ہے اور جو کچھ ہونے والا ہے اسے ضرور جانتا ہے اللہ کے لیے کچھ حادثاتی طور پر نہیں ہوتا ہر ذرے سے ہر ایک سیل سے جسم کے ایک ایک عضو سے وہ خوب واقف ہے بندے کے ایک ایک خال سے وہ واقف ہے تو جو کچھ بیت رہا ہے یہ تو فطری عمل ہے اور یہ بھی اسے جانتا ہے اور اگر یہ کر دیا جائے کہ جو لوگ اللہ کی رضا کے طالب ہوتے ہیں انہیں اس فطرت کی چکی سے نکال لیا جائے تو بھلا کوئی اس چکی میں رہنا پسند ہی کرے گا سارے لوگ اس طرف چلے جائیں گے۔

اصل انسان کی آزمائش اور امتحان ہی یہ ہے کہ اس

پورے فطری عمل میں رہتے ہوئے بھوک بھی لگتی ہے پیاس بھی لگتی ہے اس کی ضرورتیں بھی ہیں اسے درد بھی ہوتا ہے اس کے اعزہ و اقرباء بیمار ہوتے ہیں وہ خود بیمار ہوتا ہے کوئی مرتا ہے کوئی جیتا ہے تو یہ زندگی کا سارا جو عمل ہے سارا جوایک طوفان سا ہے۔ اس میں سے جب وہ گزرتا رہتا ہے تو اس گزرنے کے دوران ہر حال میں وہ اپنے مالک کے ساتھ اپنا رشتہ استوار رکھتا ہے یا نہیں۔ قرآن حکیم میں کفار کی مشرکین عرب کی بھی ایک مثال دی گئی ہے کہ جب تمہیں کوئی مصیبت، جب تمہیں کوئی تکلیف، جب تمہیں کوئی پریشانی آتی ہے یا سمندری طوفانوں میں تمہارے تجارتی جہاز گھر جاتے ہیں کشتیوں پہ پھنس جاتے ہو تو اس وقت تو تم اکیلے رب کو پکارتے ہو اور ان کا طریقہ بھی تھا کہ جب کوئی انتہائی مصیبت پڑتی تو پھر وہ سارے ذرائع چھوڑ کر سیدھے اللہ کو پکارتے لیکن جب بحفاظت کنارے پر پہنچ جاتے تو پھر منتیں اور چڑھاوے جو ہیں وہ دس دس دوسرے ناموں کو دیتے تو اس کا تذکرہ قرآن حکیم میں اللہ نے فرمایا کہ عجیب بات ہے کہ جب تم پر کوئی انتہائی پریشانی کا عالم آتا ہے تو صرف اللہ کو پکارتے ہو لیکن جب وہ مصیبت گزر جاتی ہے پھر تم ویسے ہی ہو جاتے ہو۔

تو جو معبود تم انتہائی تکلیف میں بھول جاتے ہو انہیں پھر راحت میں یوں یاد کرتے ہو پھر اسی کو یاد کرو جو انتہائی تکلیف میں تمہارے کام آیا۔ تو انسانی خاصہ یہ ہے کہ اگر دنیاوی سہولتیں اور دنیاوی پریشانیاں اس سے کم ہو جائیں تو وہ اس طرف پھر چلا جاتا ہے۔ حدیث شریف میں ایک روایت ملتی ہے کہ اللہ کریم نے جنت کو بنایا تو اسے فرشتوں کو دکھایا تو انہوں نے اسے دیکھ کر عرض کی کہ بار الہا اتنی نعمتیں اتنے انعامات اتنی سہولتیں اتنی عزتیں اس سے باہر تو کوئی نہیں رہے گا کون ایسا بدبخت ہے جو اس سے باہر رہنا پسند کرے گا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ رب کریم نے اسے بیماریوں پریشانیوں تکلیفوں اور مصیبتوں سے ڈھک دیا تو پھر دیکھ کر وہی فرشتے کہنے لگے کہ واقعی یہاں تک صاحب ہمت صاحب عزم لوگ ہی پہنچ پائیں گے اور جہنم کو بنایا اور اسے فرشتوں کو دکھایا پھر انہوں نے دیکھ کر کہا کہ اس میں آنے کا تو کوئی سوچ بھی نہیں سکتا لیکن پھر اسے لذت اور خواہشات سے اللہ کریم نے پر کردیا ڈھک دیا اسے تو کہنے لگے کہ بہت کم لوگ بچ پائیں گے اتنا خوبصورت جال ہے کہ لوگ اسی طرف بھاگتے چلے جائیں گے۔

بڑے خوبصورت انداز میں بات بتادی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تکمیل خواہشات کا راستہ جہنم کو جاتا ہے اور جنت کا راستہ تھوڑی سی چڑھائی ہے مشکل ہوتا ہے تکلیف دہ ہے پریشانیاں ہیں مصیبتیں ہیں تو یہ جو سلاسل تصوف ہیں یہ آدمی کو ذکر کر کے اس کے دل کو چمکا کر اس کے دل کو صاف کر کے اسے یہ دیکھنے اور سمجھنے کے قابل بنانے کا عمل ہے کہ اسلام کی حقیقت کیا ہے اور مجھے کس طرح سے گزرنا ہے ان مصیبتوں کو ہی نہ دیکھتا رہے جو اس کے سامنے ہیں بلکہ ان مصیبتوں اور تکلیفوں کے پار جوجمال باری اس کا منتظر ہے اس تک اس کی نگاہ پہنچ جائے اپنے مدعا کو اپنے مقصد کو دیکھ سکے اپنی منزل کو دیکھ سکے اور اس کے لیے محنت کرتا رہے۔ ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ یہ ادارے جو تھے یہ بھی طوفانوں کے نذر ہوئے گردابوں کی نذر ہوئے۔

زاغوں کی تصرف میں عقابوں کے نشیمن

جہاں بڑے بڑے شہباز ہوا کرتے تھے وہاں کوے سجادہ نشین بن گئے اور ایک ایک ٹکڑا اڑانا اور ایک ایک نوالہ چھیننا ان کا پیشہ بن گیا تو جب وہ ادارے خود وبال کی زد میں آئے تو ان کے متوسلین یا ان سے توقعات وابستہ کرنے والے جو ہیں وہ اس سے بھی زیادہ تباہی کا شکار ہو گئے اور یہ پیشہ بھی ایک طرح کی برہمانیت کا شکار ہو گیا جس طرح ہندو ازم میں ایک برہمن بیٹھا ہے کہ آپ جو کچھ ہے لا کر اسے دیتے رہیں تو وہ آپ کو پہنچا دے گا اللہ تک یا جس طرح پادری بیٹھا ہے اس میں عیسائیت میں تو آپ نے جو کچھ بھی کیا پادری ذمہ دار ہے اور عیسیٰ علیہ السلام

نے اپنے اور پرلے لیا بات ختم ہو گئی۔

تو اسی طرح کا میں پڑھ رہا تھا فلسفہ واقعہ کربلا کا اخبار کے کسی ایڈیشن میں لکھنے والے نے یہی لکھا تھا اس نے بڑی عجیب بات لکھی میں تو پڑھ کے حیران ہو گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چوم رہے تھے بار بار حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گلے کو اور انہوں نے پوچھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں چومتے ہیں اس نے بڑا لمبا فسانہ لکھا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت روئے اور جب تھوڑے سنبھلے تو فرمایا کہ یہ گلا کاٹا جائے گا انہوں نے پوچھا بھئی کیوں کاٹا جائے گا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پھر بڑے روئے تو فرمایا میری امت کے گناہوں کا کفارہ ادا کرنے کے لیے۔ وہی فلسفہ جو عیسائیت نے دیا تھا اسی کو یہاں پہ مسلط کر دیا گیا۔

تو یہی بات آگے چلی یا یہودیت میں ان کا جو ربی ہوتا ہے وہ درمیان میں آ گیا اب یہودی بڑے مزے سے سارا حرام بھی جمع کر لیتے ہیں چیز کو ذبح نہیں کرتے کاٹ کر گوشت جمع کر لیتے ہیں تو وہ ربی آتا ہے کچھ پڑھتا جاتا ہے اور اس چھڑی سے اسے مس کرتا جاتا ہے اور پھر وہ سارا صاف ہو جاتا ہے جسے کوشر کہتے ہیں اور جو کچھ بھی آپ کریں بس اسے راضی رکھیں اس کی خدمت کرتے رہیں تو سب ٹھیک ہے۔

یہی کچھ ادھر بھی آ گیا اب پیر وہ ہے جو ہر پریشانی کو دور کردے ہر بیماری کا جواب اس کے پاس ہو ہر ضرورت وہ پوری کردے عجیب بات ہے وہ خود ضرورت مند ہے سب کی ضرورتیں پوری کردے وہ خود بیمار ہے سب کو صحت تقسیم کردے وہ خود محتاج ہے سب کو غنی کردے یہ فلسفہ کم از کم میری سمجھ میں نہیں آتا تو جو کچھ اس کے پاس ہے وہ تو پہلے تقسیم کرے لیکن جو چیز اس کے پاس ہے نہیں وہ وہاں کس طرح اور کیسے بانٹے گا۔ اب پیر صاحب خود بیمار ہیں لوگوں کو صحت تقسیم کریں پیر صاحب خود محتاج ہیں لوگوں کو غنی کردیں پیر صاحب خود تکلیفیں برداشت کر رہے ہیں، لوگوں کی تکلیفیں دور کر دیں۔ یہ کیسے ممکن ہے جس چیز کو اپنی ذات سے رفع کرنے کی سکت نہیں ہے دوسرے سے کیسے رفع کریں گے اور پھر اگر یہ ساری باتیں پیر صاحب کے اختیار میں ہیں پھر تو پیر صاحب جو ہیں ان کا کوئی حصہ ہو گا رب العالمین کے ساتھ کیونکہ یہ تو ازلی چیزیں ہیں اور یہ ابد تک رہیں گی تو کوئی درمیان میں آنے والا پچاس یا ساٹھ سال جو زمین پر رہا وہ اس میں مداخلت کر کیسے سکتا ہے یہ چیزیں تو ازل سے چل رہی ہیں اور یہ چیزیں تو ابد تک رہیں گی یہ جو امور قدرت ہیں یا اللہ کے جو فیصلے ہیں ان پر درمیان میں آنے والا کیسے اثر انداز ہو سکتا ہے۔

ایک ساتھی تھے اور اللہ ان پر رحم فرمائے بڑے اچھے تھے اور بہت اچھے مشاہدات بھی تھے ان کے مقامات بھی تھے ایک دفعہ ان کا خط حضرت رحمتہ اللہ علیہ کو آیا آپ رحمتہ اللہ علیہ نے وہ خط مجھے بھیج دیا اس میں انہوں نے یہ شکایت لکھی تھی کہ مشاہدات بھی درست ہیں مجھے سمجھ بھی صحیح آتی ہے سارا کچھ ٹھیک ہے لیکن جو کچھ میں کہتا ہوں یا جو دعا کرتا ہوں وہ پوری نہیں ہوتی تو یہ بڑی عجیب بات ہے۔ حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے وہ خود ویسے ہی پڑھ کے مجھے دے دیا میں نے پڑھا مجھے بڑی حیرت ہوئی میں نے اسے لکھا کہ آپ کب سے محنت کرتے رہے ہیں اللہ کا بندہ بننے کے لیے یہ جواب آپ کی تمنا ہے اب آپ اس کے شریک بنا چاہتے ہیں کہ اب ایسا کرو جیسا میں چاہتا ہوں وہ ہونا چاہیے جو اللہ چاہے وہ تو ہو ہی رہا ہے لیکن اب اکیلا اللہ ہی نہ چاہے نا اب تو جو میں چاہوں وہ ہونا چاہیے تو خود سوچو بندہ بندگی کر کے معبود تو نہیں بن سکتا معبود تک رسائی تو حاصل کر سکتا ہے اس کی ذات میں اس کے فیصلوں میں شریک تو نہیں ہو سکتا اور پھر تم تو نہیں تھے وہ تو پتہ نہیں کتنے کروڑوں سال سے اس کائنات کو چلا رہا ہے تم پچاس سال چالیس سال ساٹھ سال تمہارا وقت ہے تم پھر چلے جاؤ گے اسے پھر اکیلا چلانا پڑے گی تو یہ چالیس پچاس سال بھی اسے خود ہی چلانے دو تم کیوں کھپ ڈالتے ہو یا تم کوئی ایسی شراکت کرو جو ہمیشہ کے لیے رہے۔

تو اس اجتماع کو بھی' تربیتی وقت کو بھی' محض دنیوی ضروریات کے لیے سمجھ لینا یا اس کا استعمال بھی اس غرض سے کرلینا یہ صحیح نہیں ہے اس حد تک یہ بات درست ہے کہ جیسے آپ طبیب سے دوا لیتے ہیں اللہ شفا دینے والا ہے اسی طرح آپ کسی بھی نیک آدمی سے کوئی کلام لکھوا کر لے لیتے ہیں بیماری کے علاج کے لیے بھی اللہ شفا دینے والا ہے لیکن اس جواز کو آپ اپنے اس وقت میں کیوں داخل کرتے ہیں یعنی جو وقت تربیت کے لیے مقرر ہے وہ تعویزوں کے لیے تو نہیں اور اگر یہ تعویزوں ہی کے لیے ہے تو تربیت کے لیے کونسا وقت ہے کوئی بیمار ہے اسے اٹھا کر اجتماع میں لے آؤ کسی کا دماغ خراب ہو گیا اسے لے آؤ کسی کو جن نے پکڑ لیا لے آؤ تو یہ سارا مسئلہ اگر اس طرح سے چلتا رہے تو تربیت کے لیے کونسا وقت ہو گا- انسان جس طرح طبیب یا ڈاکٹر سے علاج کراتا ہے ٹھیک ہے وہ چاہے تو شیخ سے بھی تعویز' کوئی چیز دم کرالے' کوئی منگوالے لیکن اسی علاج اور اسی مصیبت کی غرض سے ہمارا واسطہ حکیم سے طبیب سے پڑتا ہے اس سے ہماری کوئی غرض نہیں ہوتی اس اپنی وقت کی ضرورت کے لیے ہم اسے پیسے بھی دیتے ہیں خدمت بھی کرتے ہیں جب کرتا ہے اور اپنی دوائی لے کر چلے جاتے ہیں اس کے علاوہ ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں ہوتی-

لیکن مجلس ذکر سے یا شیخ سے ہمارا واسطہ حکیم کی طرح کا نہیں ہے اس سے ہمارا واسطہ اس اصل مقصد کے لیے ہے یہ ضمنی چیزیں ہیں اب ان کے لیے سارا سال کھلا پڑا ہے ایک آدمی کو پانچ سال سے تکلیف ہے پانچ سال اس نے خط تو نہیں لکھا لیکن جب وہ یہاں ذکر کے لیے آیا تو ساری تکلیف بھی اس کے سامنے آ گئی اب اس کا علاج ضرور ہونا چاہیے اس کے لیے کچھ لکھ دو کچھ پڑھ دو تو یہ بات کوئی مزے دار نہیں لگتی کہ یہ اجتماع جو ہے یہ ان ضروریات کے لیے نہیں ہے خرافات کے لیے نہیں ہے ہم بندے ہیں ہماری ضرورتیں ہمارے ساتھ ہمیشہ رہیں گی جب تک ہم اس دنیا میں رہیں گے چونکہ اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ وہ اس دنیا میں رہ کر بیماریوں تکلیفوں پریشانیوں سے نجات پا جائے تو وہ یہ سمجھتا ہے کہ جنت کو یہیں بھیج دیا جائے یہ تو جنت کا خاصہ ہے کہ وہاں کوئی بیمار نہیں ہو گا کسی کو کوئی پریشانی نہیں ہو گی کسی کو کوئی دکھ نہیں ہو گا یہ جنت کا خاصہ ہے اس دنیا کی یہ خصوصیت ہے نہیں سرے سے ہے نہیں- یہاں تکلیفیں نہیں ٹلتیں- تکلیفیں برداشت کرنے کی قوت پیدا ہوجاتی ہے کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو برداشت نہیں کرتے بلکہ انہیں ان جائے کرتے ہیں ان سے بھی مزا لیتے ہیں-

قرب الہی میں تاثیر یہ ہوتی ہے کہ وہ جو اللہ سے دور رہ کر جو دکھ محسوس ہوتے ہیں اللہ کا قرب نصیب ہوجائے تو ان میں بھی ایک مزا آنے لگتا ہے ان میں بھی ایک راحت محسوس ہونے لگتی ہے اگرچہ وہ بظاہر دکھ ہوتا ہے قرب کو پانے کے لیے جسمانی قرب کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ بہت سے ایسے آپ کو صحابہ کرام ملیں گے جن کے اجسام مبارک روئے زمین پر کہیں کوئی کسی ملک میں دفن ہوا ہے اور کہیں کوئی کسی زمین میں جا کر پیوند خاک ہو گیا تو انہیں کیا ضرورت تھی جو مکی زندگی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب تھے جو مدینہ منورہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے تو کسی کی قبر قسطنطیہ میں اب قسطنطنیہ میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر ہے شہرپناہ کے ساتھ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ' وہ شخص ہیں کہ مدینہ منورہ تشریف آوری پر سب سے پہلے جن کے مکان میں اور جن کے گھر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا-

تاریخ مکہ و مدینہ میں وفا الوفا ایک تاریخ ہے مکہ و مدینہ کی اس میں انہوں نے لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے سینکڑوں سال پہلے تین صدیاں پہلے کسی حکمران نے مکہ مکرمہ پر قبضہ کیا اور شہر کے تمام رہنے والوں کو قیدی بنالیا تو اس کے منہ سے بدبو دار پانی شروع ہو گیا تو ساتھ جو شاہی طبیب تھے انہوں

نے بڑا علاج کیا لیکن افاقہ نہیں ہوتا تھا آخر اس کے ساتھ کچھ اہل کتاب کے علماء تھے انہوں نے اسے کہا کہ یہ مقدس شہر ہے اور اس پر قبضہ اور اس کے باسیوں کو قیدی بنانا اللہ کو پسند نہیں آیا تو یہ تنبیہہ کی ہے اللہ نے اگر تو ان لوگوں کو آزاد کردے اور اس شہر کی حرمت بحال کر دے تو تیرا یہ مرض جاتا رہے گا۔ تو اس نے لوگوں کو نہ صرف آزاد کر دیا بلکہ اس نے حکم دیا کہ چھ مہینے تک اس شہر کے رہنے والوں کا کھانا پینا اور اس کے اخراجات جو ہیں وہ میری ذمہ داری ہے یہ میرے لنگر سے کھائیں گے کہ وہ وہاں مقیم رہا اور شہریوں کے سارے کھانے پینے کا اہتمام اسی کے لنگر سے ہوتا تھا بہت عزت دی اور وہ ٹھیک ہو گیا تو اس نے مزید ان علماء سے پوچھنا چاہا کہ اس شہر کے متعلق کچھ اور بتاؤ اس وقت مدینہ منورہ میں کوئی آبادی نہیں تھی بلکہ خاردار جھاڑیوں کا جنگل تھا اور اس وادی کا نام یثرب تھا۔ ایسی عجیب قسم کی فضا تھی وہاں کہ وہ خاردار جھاڑیاں اور ان کی تاثیر ایسی تھی کہ جو آدمی وہاں سے گزرتا بھی تو اگر اس کے ایک دوپہر اس وادی میں گزر جاتے تو اسے بخار آ جاتا تھا تو لوگ اس وادی سے کترا کر گزرتے تھے یثرب اس کا نام اسی لیے تھا کہ وہ ایذا دیتی تھی ہر آنے والے کو اس لیے علماء آج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے وقت مدینہ منورہ کو یثرب لکھنے کو منع فرماتے ہیں۔ کہ یہ جو لوگ لکھتے ہیں اس حقیقت سے واقف نہیں ہیں یثرب لکھنے سے علماء نے منع کیا ہے تو یہ تب تک یثرب تھا جب تک یہ وادی دوسروں کے لیے باعث آزار تھی۔ شاید اللہ کو منظور نہیں ہو گا کہ کوئی یہاں شہر بسائے تو اس نے ایسا اہتمام فرمادیا کہ ان علماء نے اسے بتایا کہ یہاں اس شہر میں جس کی اتنی حرمت ہے اللہ کا آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہو گا اور پھر یہ شہر کے لوگ اسے یہاں سے ہجرت پر مجبور کر دیں گے اور وہ وہاں قیام فرمائے گا جہاں اب کوئی نہیں رہتا جسے یثرب کہتے ہیں یہ دنیا کی ہدایت کا مرکز بن جائے گا اور یہاں شہر آباد ہو جائے گا اور یہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ساری انسانیت کو برکات الہیہ اور برکات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تقسیم کرنے کا سبب بن جائے گا۔ تو اس بادشاہ نے کچھ علماء کو اپنے کچھ امراء کو لوگوں کو منتخب کیا انہیں کہا کہ وہ وادی صاف کرائی جائے اس طرح کے جھاڑ جھنکار جتنے ہیں جن سے یہ فضا مسموم ہوتی ہے ان کو صاف کردی جائے وہاں ایک شہر بسایا جائے کہ جہاں اللہ کے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام ہو گا میں چاہتا ہوں کہ اس شہر کی بنیاد میں رکھوں وہ سعادت میرے حصے میں آئے اور وہ لوگ ہمیشہ وہیں قیام کریں اگر ان کی عمر میں اللہ کا وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم وہاں پہنچے تو میرا خط اسے دیں اگر وہ لوگ مر جائیں تو ان کی اولاد میرا خط دے اگر وہ بھی چلے جائیں تو ان کی اولاد تو میرا یہ خط اس اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک ضرور پہنچنا چاہیے وہ خط جس شخص کو انہوں نے دیا تھا حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ اس کی اولاد میں سے تھے اور اس خط کے امین تھے وہ خط ان کے پاس اس وقت بھی تھا جو دو سو تین سو سال پہلے سے آ رہا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب پہنچے مدینہ منورہ تو سب کی کوشش یہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں شرف مہمانداری بخشتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ میرے ناقہ کی مہار تھامنی سب لوگ چھوڑ دو یہ اللہ کی طرف سے مامور ہے جہاں اللہ اسے لے جانا چاہتا ہے یہ ازخود چلی جائے گی تو جب ناقہ کی رسی چھوڑ دی گئی تو وہ حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صحن میں جا کر ٹھہرا تو انہوں نے وہ خط خدمت عالی میں پیش کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نیچے اترے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹھہرنا پسند فرمایا ان کے گھر کی دو منزلیں تھیں ایک اوپر کمرہ تھا فرمایا اس میں تم خود چلے جاؤ مجھے بار بار اترنا چڑھنا جو ہے یہ اچھا نہیں لگتا تو میاں بیوی کے پاس ایک ہی لحاف تھا جو بستر تھا سردیوں کا موسم تھا رات کو پانی کا گھڑا ان سے ٹوٹ گیا کسی طرح تو سردی تھی زیادہ تو انہوں نے وہ لحاف اس پانی پر ڈال کر اس سارے پانی کو لحاف میں جذب کرلیا کیونکہ

چھتیں آج کل کی طرح تو نہیں ہوتی تھیں کھجور کے ڈالے اور ان پر کھجور کے پتوں کی بنی ہوئی پتیاں تھیں اور ان پر مٹی ڈال دیتے تھے۔ تو انہوں نے سمجھا کہ یہ تو پانی گرے گا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پریشان کرے گا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہو گی تو وہ جو لحاف انہوں نے پانی پہ ڈال کے اس سارے کو بھگو دیا تو وہ پانی سارا اس میں جذب ہو گیا اور ساری رات میاں بیوی بغیر بستر کے انہوں نے سخت جاڑے میں بیٹھے بیٹھے گزار دی صبح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا کہ تم کو کیا ہوا ہے تمہاری تو حالت ہی گزر رہی ہے تو بڑے اصرار کے بعد انہوں نے وہ بات بتائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس سے بہتر ہے کہ تم لوگ نیچے آ جاؤ میں اوپر چلا جاتا ہوں تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ منزل تبدیل کر لی اوپر کے کمرے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم قیام فرماتے تھے اور وہ نیچے رہتے تھے۔

اب وہ جو مکان تھا میرے خیال میں یہ ایسا ہے کہ وہ شخص نہ صرف خود رہیں مرتا وصیت کرتا مجھے دفن بھی اسی کمرے میں کرنا ہے لیکن نہیں وہ تو مدینہ شہر میں بھی نہیں رہے وہ تو قسطنطنیہ میں جا کر دفن ہوئے کیوں؟ اس لیے کہ قرب نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو پھیلانا اور کفر کا مقابلہ جو تھا وہ ضروری تھا نہ کہ اس زمین کو پکڑ کر بیٹھے رہنا اس گھر کی اس زمین کی برکات اپنی جگہ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ کا قرب حاصل کرنے کے لیے اس زمین کو اس گھر کو پکڑنا شرط نہیں تھا بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی تکمیل میں جان کی بازی لگانا شرط تھا تو اس گھر کے مکین کی قبر آپ کو قسطنطنیہ میں نظر آتی ہے اسی طرح چین تک اور سائبیریا تک افریقہ تک اور مغربی ممالک اور ہسپانیہ تک تو صحابہ کرام کے وجود مبارک جو ہیں وہ زمین کی زینت بنے ہوئے ہیں۔ تو یہ جو لوگ اتنے دور چلے گئے ان کے گھر بار بھی تھے ان کے بیوی بچے بھی تھے ان کے رشتہ دار بھی تھے ان کی جاگیریں زمینیں بھی تھیں ان کی ساری ضروریات تھیں لیکن ان سب تکلیفوں سے نکل کر انہوں نے یہ فریضہ سرانجام دیا کہ اللہ کی ساری مخلوق تک وہ پیغام نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پہنچانے کا سبب بن گئے اور آج وہ نہ صرف ترجمان نبوت ہیں بلکہ صحابہ کرام ہی کو لسان نبوت کہا جاتا ہے وہ نبوت کی زبان بن گئے تھے ترجمان نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان بن گئے جس نے دنیا کو وہ پیغام پہنچایا جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہنچانا چاہتے تھے۔

تو یہ جو تربیت ہے یا یہ جو ادارے ہیں یا یہ جو تزکیہ ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ آج بھی آدمی کا تعلق اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنا پختہ اتنا قریبی اتنا گہرا اتنا خالص ہو جائے کہ اس کی ساری غرض اس تعلق کو سلامت رکھنا ہو جان سلامت رہے یا نہ رہے غرض اس رشتے کو مضبوط رکھنا ہو صحت صحیح رہے یا نہ رہے مالی حالات صحیح رہیں یا نہ رہیں دنیا کی کوئی مصیبت آئے یا جائے اس کے لیے سب سے بڑی مصیبت اللہ سے دوری ہو اور اگر یہ نصیب ہو جائے تو سمجھ لو زندگی کا مقصد پا لیا۔

تو احد کی فتح کے بعد اسے بتایا گیا کہ اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح تو دی ہے مسلمان کامیاب ہوئے ہیں لیکن تمہارے گھر کا تو کوئی فرد باقی نہیں بچا عورت ہونے کے باوجود اس نے بتانے والے سے کہا میں نے تم سے رسول اللہ صلی اللہ وسلم کا پوچھا ہے تم مجھے دوسروں کی خبریں سناتے ہو بیٹا ہے یا بھائی ہے یا میاں ہے یا باپ ہے جو ان پر بیتی میں نے نہیں پوچھا کیا ان کے ساتھ ہوا وہ کیسے ہیں کہاں ہیں میں نے تم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے پوچھا ہے انہوں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں۔

میں نے فتح اس لیے کہا ہے کہ میں احد کی فتح ہی کا قائل ہوں جو احد کو مسلمانوں کی شکست قرار دیتے ہیں میں انہیں غلطی پہ سمجھتا ہوں اس لیے کہ فاتح فوج وہ ہوتی ہے کہ میدان جس کے ہاتھ رہے لڑائی میں اونچ نیچ کا ہو جانا زیادہ آدمیوں کا زخمی یا شہید

ہو جاتا یا کام آ جانا یہ فتح شکست نہیں ہوتی جو فوج میدان پہ قابض ہے فاتح تو وہی ہے احد میں مسلمان دو دن تین دن قیام پذیر رہے اور مشرکین کا تعاقب کیا پانچ دس پندرہ میل تک اور تعاقب میں بھی مسلمانوں کا یہ حال تھا کہ اتنے شدید زخمی تھے کہ کچھ دیر ایک دوسرے کے کندھے پہ ٹیک لے کر بھاگتا تھا پھر وہ کہتا اب میں تھک گیا ہوں پھر وہ کہتا میں نے ستا لیا ہے تو اپنا بوجھ مجھ پہ ڈال لے۔ اس حال میں بھی اہل مکہ کو بھگایا انہوں نے اور تعاقب کیا تو پھر شکست مسلمانوں کو کیسے ہوئی پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف فرما رہے شہداء کو جمع کیا گیا ان کا جنازہ پڑھا گیا ان کو دفن کیا گیا تیسرے دن وہاں سے واپس حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے۔ تو وہ خاتون واپسی والے ایک سپاہی سے گزرتی ہوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری تک جب پہنچی تو اس واقعہ سے ثابت ہے کہ اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں مبارک پر بوسہ دیا تھا جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے پر سوار تھے اور اس نے ایک خوبصورت جملہ کہا تھا عربی کا جس کا مفہوم یہ ہے "کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نظر آ جائیں تو مصیبت مصیبت نہیں رہتی"

یعنی اسلام کا اصل جو مقصد ہے یہ بندے میں وہ ہمت وہ اولوالعزمی اور اس کے تعلقات جو اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں ان میں وہ طاقت پیدا کرتا ہے کہ محبوب کا قرب رہے تو پھر ہر چیز چلی جائے کوئی نقصان نہیں۔ اب ساری دنیا کی نعمتیں جمع ہو جائیں اس رشتے پہ زد پڑ جائے تو پھر کچھ نہیں رہا۔

یہ فلسفہ کہنا آسان ہے اور اسے اپنا حال بنانا بہت ہی مشکل کام ہے یہ فلاسفی بیان کرنا یہ تھیوری بیان کرنا یہ کہنا مشکل نہیں ہے لیکن اس سب کو اپنا حال بنانا یہ بہت مشکل کام ہے جب تک اپنے دل کا تعلق براہ راست رب العالمین سے نہ ہو اور وہ صاف ستھرا نہ ہو تب تک یہ حال نہیں بنتا۔

تو اس اجتماع کا یا ان ملاقاتوں کا مقصد یہ ہے اب کہا جاتا ہے کہ ساتھیوں کو یہاں بہت تکلیف ہے بہت زیادہ مصروفیت ہے بہت پروگرام ٹائیٹ ہو گیا ہے یہ کوئی نہیں سوچتا کہ جو آدمی تین دن کے لیے یہاں ہے سال کے تین سو باسٹھ دن ذکر کے لیے وقت ہی نہیں نکال سکتا تو جو تین دن تین سو پینسٹھ میں سے تین دن یہاں لایا ہے یہاں بھی وہ سونے ہی کے لیے لایا ہے تو وہ ذکر کب کرے گا۔ یہ جو پروگرام آپ کو ٹائیٹ لگتا ہے آپ اسے باقی شیڈول پہ تقسیم کر کے دیکھئے تو سال کے باقی سارے دنوں میں آپ نے کتنا ذکر کیا ہے تو اس سارے ذکر کو تین سو پانچ دنوں پہ تقسیم کریں تو پھر بھی ہر دن کے حصے میں کوئی لمحے ہی آئیں گے تو کم از کم یہاں تو کچھ کر لیجئے آپ کے زیادہ ذکر کرنے سے نہ ہماری دیواریں بلند ہو جائیں گی نہ ہمیں ہم پر کوئی پیسوں کی بارش ہو گی بلکہ ہمیں تو اگر ہمیں بھی پیسے وصول کرنے ہوتے تو ہم آپ کے ساتھ بیٹھ کر گپیں لگاتے آپ کو زیادہ بے تکلف بناتے ہر آنے والا کوئی بندے دکھا کر لا رہا ہوتا تو ان ساری غرض۔ بلکہ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ میری ذات کو بھی آپ درمیان میں مت لائیں۔ میں ایک ٹیچر ہوں میری ایک ذمہ داری ہے میں ایک استاد ہوں میں نے اسے پڑھا ہے میں وہ آپ کو پڑھا رہا ہوں کیوں پڑھا رہا ہوں کسی نے مجھے مقرر کیا ہے جو کچھ میں نے لینا ہے جس نے میری ذمہ داری لگائی ہے وہ مجھے دیتا رہے گا جو ملازم رکھتا ہے اس کو تنخواہ دیتا ہے یہ ضروری نہیں کہ طالب علموں سے چندہ جمع کر کے کھایا جائے جس نے ملازم رکھا ہے جس نے ذمہ داری لگائی ہے وہ ٹھیک ہے وہ جو ایک احترام استاد کا ہوتا ہے وہ الگ بات ہے لیکن استاد ہی کو مقصد آدمی بنا لے اور تعلیم حاصل نہ کرے تو وہ تو کامیاب نہیں ہوتے اب اگر کوئی سکول میں کالج میں استاد کی دوستی نبھاتا رہے پڑھے گا نہیں تو اس کی تو عمر ضائع ہو گئی میں اس لیے آپ کے اوقات کے درمیان سے خود کو بھی الگ رکھتا ہوں اور میں بارہا یہ درخواست کرتا ہوں کہ ٹھیک ہے بیماروں کے

لیے آپ تعویز لیں آپ کا حق بنتا ہے لیکن آپ ایک روپے کا لفافہ بھیج کر منگوا سکتے ہیں میں سارا سال بھیجتا رہتا ہوں کوئی تعویزوں پہ شرینی نہیں کوئی ٹیکس نہیں کوئی چندہ نہیں لفافہ بھیجو منگوا لو شفا اللہ نے دینی ہے۔

پھر آپ اپنا وقت جو باہر کا ہے دنیاوی کاموں کے لیے تو اتنا بچائیں کہ لفافہ لکھنے کی فرصت بھی آپ کے پاس نہیں اور جو وقت ذکر کے لیے آئیں اس میں آپ کو وہ سارا کچھ یاد آ جائے تو بھئی یہ تو کوئی اچھی بات نہیں یہ تو مزے دار بات نہیں۔ تو براہ کرم یہاں جو احباب تشریف لاتے ہیں وہ فارغ ہو کر اور اسی مقصد کو مدنظر رکھ کر آئیں کہ ہم اس کام کے لیے آئے ہیں یہ کام کرنا ہے۔ جو لوگ چوری پہ جاتے ہیں نا وہ بھی سارے جہاں کو بھول جاتے ہیں تو پوری توجہ اس چوری کرنے پہ ہوتی ہے دو گھنٹے چار گھنٹے جو عمل ان کا ہوتا ہے اس میں انہیں کوئی ماں باپ کوئی بیوی بیٹا کوئی بیمار کوئی صحت مند کسی سے لین دین کوئی کاروبار کوئی کھیتی باڑی کچھ یاد ہوتا ہے؟ جو لوگ دنیا کی مزدوری کرنے کے لیے جاتے ہیں میں نے انہیں برطانیہ میں یورپ میں امریکہ میں جاپان میں رلتے ہوئے دیکھا ہے انہیں نیند بھولی ہوئی ہوتی ہے کھانا بھولا ہوا ہوتا ہے عزت بھولی ہوئی ہوتی ہے آرام بھولا ہوا ہوتا ہے اور رات دن لگے ہوئے ہوتے ہیں اور کہتے ہیں یار پیسہ کمانے کے لیے آئے ہوئے ہیں سونے کے لیے تو نہیں آئے یہاں ہم دولت جمع کرنے کے لیے آئے ہیں یہاں ہم اپنے شو بنانے کے لیے تو نہیں آئے کوئی جانتا ہے یا نہیں جانتا ہمیں آرام کا وقت ملتا ہے یا نہیں ملتا کھانا پورا ملتا ہے یا نہیں ملتا لیکن اس کو چھوڑو ہم اس ملک میں پیسہ کمانے کے لیے آئے ہیں دو سال ہیں چار سال ہیں وہ اپنا دو چار سال ساری قوت اس کام پہ لگا دیتے ہیں اصول ہے فطرت کا جس کام کے لیے گئے ہیں وہ کریں مزدور مزدوری کے وقت اپنی ساری توجہ مزدوری پہ رکھتا ہے چور چوری کے وقت ساری توجہ اپنی چوری پہ رکھتا ہے تو آپ بھی جس کام کے لیے آئے ہیں اگر آپ کو گھر میں پریشانیاں ہیں تکلیفیں ہیں آپ دس دن کی بجائے ایک دن نکال لیں لیکن وہ ایک دن تو پورے کا پورا اپنے مقصد کو دیں۔

یا کوئی دو میاں بیوی یا بہن بھائی آئے ہیں تو بہن نے بھی بیوی نے بھی ذکر کرنا ہے تو اسے ذکر کرنے دیں کوئی جوس لے جا رہا ہے کوئی شکنجبین۔ آپ گھر میں تو کبھی بیویوں کے لیے بہنوں کے لیے ماؤں کے لیے دودھ نہیں لاتے یہاں کونسی سولی لگی ہوئی ہے میں نے کوئی ایسا گھر نہیں دیکھا کہ کوئی آدمی باہر سے آ رہا ہے اس کے ہاتھ میں جوس کے ڈبے ہیں اور شکنجبین گھول رکھی ہو یہاں جب آپ آتے ہیں تو خواتین کو خواتین کے شعبے میں رہنے دیجئے انہیں دال روٹی بھی ملتی ہے ان کو دو وقت چائے اور پراٹھا بھی ملتا ہے انہیں رہنے کے لے جگہ بھی ملتی ہے بجلی کے پنکھے لگے ہوئے ہیں پانی ان کے پاس موجود ہے خدمت کرنے والے لوگ موجود ہیں جو انہیں ہر چیز لنگر سے لا کر وہاں پہنچا دیتے ہیں ذکر کرانے والوں کی ڈیوٹی موجود ہے وہ انہیں ذکر کراتے رہتے ہیں اس لیے اگر آپ کے ساتھ بچی آئی ہے ماں آئی ہے بیوی آئی ہے تو آپ کی ذمہ داری نہیں ادارے کی اور ان خادموں کی اور ان خواتین کی ذمہ داری ہے جو وہاں کام کر رہی ہیں تو آپ ایک دن یا دو دن آپ کا قیام رہا تو اسے بھول جائیے اسے بھی اللہ اللہ کرنے دیجئے اپنی ساری توجہ بھی اللہ اللہ پہ رکھئے کیا تک ہے کہ آج مجھے ایک بندے کی ڈیوٹی لگانی پڑی کہ رات دن وہاں بیٹھے رہو وہاں کوئی مرد نہ جائے کوئی لمحہ خالی نہیں کوئی نہ کوئی چائے کوئی تھرموس کوئی بسکٹ کوئی جوس لے کر کھڑا ہے بیویاں ہیں یا پروردگار ہیں تمہارے۔ تمہیں انہی کی پوجا کرنی ہے تو یہاں آنے کی کیا تک ہے۔ بیویاں تو ہماری بھی دو دو ہیں جو دونوں کو چھوڑ کر تمہارے ساتھ رات دن چوبیس گھنٹے یہاں بیٹھا ہوا ہوں میری بھی تو بیویاں ہیں میں کوئی قیدی ہوں کسی کا یا مجھے یہاں کوئی مجبوری ہے کہ میں پابند ہو کر بیٹھا ہوں صرف کام نے روک رکھا ہے مجھے

میرا بھی دل کرتا ہے بچوں کے ساتھ ہنسنے کھیلنے کو مذاق کرنے کو گھر بیٹھ کر کھانا کھانے کو۔ تو میں اگر یہاں سے نہیں نکل سکتا اس لیے کہ میرے یہاں جو پروگرام ہیں یا اوقات ہیں وہ پورے ہونے چاہییں تو آپ کو کیا پریشانی ہے آپ نے دو دن رہنا ہے یا تین دن رہنا ہے۔

تو میرے بھائی! اس مقصد کو سمجھئے اور جہاں تک آپ جائیں جو صاحب مجاز حضرات ہیں وہ اپنے حلقے میں جو دوسرے دوست ہیں وہ اپنے دوستوں سے دوسروں کو بھی سمجھائیں میاں یہ وکھری ٹیپ کا کام ہے یہاں عیاشی میاشی موج میلہ نہیں ہوں گا یہاں اس موج میلے سے نکلنے کا اس سے بلند ہو کر اڑنے کا طریقہ سکھایا جاتا ہے اگر آپ ان بلندیوں کو چاہتے ہیں تو یہاں آئیں ورنہ یہاں پنگا ہی نہ لیں کوئی ضرورت نہیں ہے ہمیں زیادہ بندے اکٹھے کر کے۔ الیکشن نہیں لڑنے زیادہ بندے اکٹھا کر کے ان سے ووٹ لینے کی ہمیں زیادہ بندے نہیں چاہییں ہمیں وہ بندے چاہییں جو بندے بن سکیں وہ ایک ہوں دو ہوں یا دس ہوں لیکن ایسے بندے بن جائیں کہ جو یہ امانت اگلی نسلوں تک پہنچا سکیں یہاں کثرت کی ضرورت نہیں ہے کہ جی میرے پچاس ہزار مرید ہیں یا پچاس لاکھ مرید ہیں۔ اس کی ضرورت نہیں ہے نہ ہم نے مرید بیچنے ہیں نہ اشتہار دے کر کوئی سیاسی فائدہ اٹھانا ہے نہ کسی سے چندہ جمع کرنا ہے بلکہ اگر زندگی ساری صرف کر کے آدمی ایک بندے کا رشتہ مالک کے ساتھ صحیح کر سکے تو اپنا کام کر گیا۔

تو آپ لوگ جو خوشی سے آ گئے ہیں کہ اللہ نے آپ کو توفیق دی ہے یا تھک گئے ہیں تو گذارا کریں۔ بیشتر لوگ تو واقعی تھک جاتے ہیں آئے چونکہ اسی لحاظ سے ہیں کہ یہاں آ کر کوئی دینوی سواد آئے گا وہ اگلا سودا بھی جاتا رہتا ہے اب پھنس جو گئے تو پھنس گئے تو پھر نبھاؤ بھائی یعنی جب آ ہی گئے تو ٹھیک ہے نبھاؤ پھر کیا حرج ہے تو بیشتر احباب جب تشریف لاتے ہیں تو وہ ان حقائق سے واقف نہیں ہوتے ان کے ذہن میں وہی مرض ہو جاتی ہے کہ پیری اور وہ ایک سہارا سمجھ کر اور اپنی تکلیفوں میں مصیبتوں سے نکلنے کا ذریعہ سمجھ کر۔ یہاں آ کر الٹی وہ مصیبتیں گلے پڑ جاتی ہیں ان کے ساتھ گذارا کریں اور اس سے اوپر وہ ایک محبت اور عشق والی جو مصیبت ہے عشق جیسی مصیبت کون ہوتی ہے بھائی۔ سب سے بڑی جو مصیبت ہے سب سے بڑی جو تکلیف سب سے تیز بخار جو ہے وہ یہی عشق کا ہوتا ہے پھر جتنی بڑی ہستی کے ساتھ ہو اتنا بڑا بخار ہوتا ہے۔ اب کسی کو اللہ کے ساتھ عشق کی سوجھے تو پھر اگر واقعی عشق الٰہی آ جائے گا تو پھر نہ اسے کوئی تکلیف تکلف دے گی نہ کوئی راحت مزا ہی دے گی یعنی سارا مزا بھی اسی عشق میں آ جاتا ہے ساری تکلیف بھی اسی میں آ جاتی ہے اس میں کوئی بال برابر فرق آیا تو تکلیف ہوتی ہے وہ جتنا مضبوط ہوا اتنا لطف آتا ہے پھر راحت اور تکلیف بدلی جاتی ہے یہ دنیا کی راحتیں اور تکلیفیں نیچے رہ جاتی ہیں اور وہ آدمی بہت اوپر چلا جاتا ہے۔ یہی حال آپ نے صحابہ کرام میں دیکھا ہو گا کہ انہیں مفلسی فقیری ہجرت تکلیفیں زخم جہاد مصیبتیں کیا تکلیف نہیں آئی اس نے ان کا کچھ نہیں بگاڑا مزے میں تھے۔ پوری دنیا کی سلطنت اللہ نے ان کے قدموں میں ڈھیر کر دی اس دولت نے ان کا کچھ نہیں بگاڑا وہ مزے میں رہے ویسے کے ویسے ہی تھے جیسے وہ بھوک ان پر کوئی اپنا اثر نہیں چھوڑ سکی اسی طرح دنیا کی حکومت بھی ان پر کوئی اپنا اثر نہیں چھوڑ سکی۔ انہوں نے اپنی ذات کو اللہ کے ساتھ سلامت رکھا بھوک اور افلاس میں بھی حکومت و سلطنت میں بھی۔ تو یہ شعبہ اس طرح کا ہے تو اگر کوئی پھنس بھی گیا تو میں سمجھتا ہوں کہ خوش نصیبی ہے اس میں اگر کوئی اتفاقاً سلپ کر کے بھی آ جائے تو یہ بھی اس کی خوش نصیبی ہے پھر اسے چمٹ جانا چاہیے پھر اسے ثابت کرنا چاہیے کہ میں اسی کام کے لیے آیا تھا آ تو گئے جا کر بھی بے سوادی میں ہوں گے یہ میاں ایسا چسکا ہے کہ آدمی چھوڑ کر جائے پھر بھی وہ زندگی اس کی بے سوادی ہو جاتی ہے اس سے بہتر ہے کہ جم جائیں کیونکہ اسے چھوڑ

کر جانے والا بھی جو کوئی ہے اسے پھر مزا نہیں آتا اور وہ بے سوادا ہی ہوتا ہے اس سے تو پھر بہتر ہے کہ جم جائے تو ایسا کیجئے کہ اپنے نظریات کو بھی صاف سیدھا اور ٹوس بنائیے اور اپنے رشتے کو ذات باری کے ساتھ پیوست کیجئے اور اللہ کا بندہ بنیئے یہ بہت بڑا کام ہے اس دنیا میں سب سے بڑی دولت جو اللہ نے رکھی ہے وہ یہی ہے کہ یہاں رہ کر قرب الٰہی کو حاصل کیا جائے۔ جب یہ دنیا ختم ہو جائے گی تو پھر کوئی پراسس نہیں ہو گا کہ کوئی بندہ محنت کر کے جہنم سے چھٹکارا حاصل کر کے جنت میں چلا جائے یا اللہ سے دوری سے وہ اپنے آپ کو بچا کر اللہ کا قرب حاصل کر لے یہ سارا سسٹم ہی ختم کر دیا جائے گا جو جہاں تک پہنچ سکا وہیں رہے گا تو اس دنیا میں جہاں بے شمار تکلیفیں پریشانیاں ہمیں نظر آتی ہیں اس میں یہ بڑے مزے کی بات ہے کہ اصلی مقصد یہیں حاصل کیا جا سکتا ہے۔ پانی میں موت کا ڈر ہے شارک وہاں ہوتے ہیں اور درندے ہوتے ہیں پانی کے ہیں جو تکلیف دینے والے جانور ہوتے ہیں لیکن اس کے باوجود جو موتیوں کے طلبگار ہوتے ہیں تو غوطہ لگانے سے باز نہیں آتے وہ موتی سمندر کی تہہ سے نکال لاتے ہیں تو یہ دنیا بھی وہی سمندر ہے جس کی تہہ میں قرب الٰہی کا موتی ہے آپ اس میں گر تو گئے اب وہ باقی سارے تھپیڑے تو کھاتے ہیں تو پھر بلا مقصد کیوں ڈبکیاں لگانے لگا ہے آخر زندگی ضائع کرنے کا کیا حاصل۔ تو اپنے مقصد پہ نگاہ رکھیے اور رات دن کے جو لمحات یہاں نصیب ہوتے ہیں وہ اپنے اس مقصد پہ صرف کیجئے اور باقی سب کو اللہ کے سپرد کیجئے ہر ایک کا اللہ دیکھنے والا ہے۔ پھر یہاں کسی کو کوئی تکلیف نہیں اپنے اوقات کو بچائیے اسی طرح سے رہیے جس طرح معتکف اعتکاف میں رہتا ہے تاکہ کوئی لمحہ یاد الٰہی کے سوا نہ جائے اور بغیر اشد ضرورت کے باہر نہ نکلے اسی طرح سے وقت گذاریے آپ کو پتہ ہے پھر سال بعد کون ہو گا کون نہیں ہو گا یہ لمحات ملیں گے نہیں ملیں گے۔ بے شمار پریشانیاں مصروفیات ہم اپنے ساتھ لیے پھرتے ہیں وہ ہمیں الجھائے رکھیں گی تو یہ جو چند لمحے ہیں یہ زمانے سے چھین کر صرف طلب الٰہی میں گذاریے اللہ آپ سب کو با مراد کرے اور ہماری حفاظت بھی فرمائے اور ہمیں کام کرنے کی توفیق بھی عطا فرمائے اور سب کو اپنی منزل کو بھی پہنچا دے وہ قادر ہے کریم ہے۔

مال تازہ ہے یا کون دو پیسے سستا دیتا ہے دین کے معاملے میں یہ ہوتا ہے کہ تساہل ہو جاتا ہے اور آدمی سمجھتا ہے چلو ہو گیا خیر ہے ادا کرو تو بوجھ نہیں اتارنا جیسے بھاگے بھاگے آئے ہیں اب تو حال نماز میں ایسے نظر آتا ہے جیسے آدمی پریشان حال بھاگا ہوا آئے اس پر کوئی بڑا بوجھ گٹھڑی تھی اس نے پھینکی بھاگ گیا یہ صورت حال نہیں ہونا چاہیے لمبی نماز نہ پڑھو زیادہ رکعتیں نہ پڑھو لیکن جو پڑھو وہ صحیح پڑھو ایک آدمی اشراق بھی پڑھتا ہے چاشت بھی پڑھتا ہے اوابین بھی پڑھتا ہے تہجد بھی پڑھتا ہے لیکن ساری نماز تو وہ بھگائے بھگائے پھرتا ہے تو اس سے بہتر ہے کہ وہ یہ جو زائد نمازیں پڑھ رہا ہے وہ چھوڑ دے جو فرض ہیں وہ اتنا ہی وقت ان پہ لگائے ان سب کو صحیح کرے اس کے لیے اس سے وہ بہتر ہے اور اگر زائد پڑھنی ہے تو وہ بھی اسی اہتمام سے پڑھے اگر دس رکعتیں پڑھتا ہے دس نہ پڑھے چار پڑھ لے لیکن پڑھے اس پورے اہتمام سے کہ نماز میں یہ ضروری ہے۔

اگر ہم خلوص کے ساتھ اُن عقائد کو اختیار کریں جو قرآن نے تعلیم فرمائے اُس عمل کو اختیار کریں جو قرآن نے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمایا تو ہمارے لیے آج بھی معاشرے میں نہ بے چینی ہے نہ بے قراری ہے نہ کوئی ذہنی دباؤ ہے اور نہ ہمیں کسی گھبراہٹ کا سامنا کرنا پڑے۔ نہ ہمیں ہندو مار سکتا ہے نہ یہودی نہ عیسائی۔

پیغام قرآن اور صحابہؓ

مولانا محمد اکرم اعوان

اسلام میں سب سے مشکل اور سب سے کھرا مقام جو ہے ہ اسلام کی وہ حقانیت ہے جس میں رائی برابر شبہ نہیں ہے اور س پر یقین کرنے کے لیے تعلق باللہ عبادات کثرت ذکر اور اکل لال شرط ہے آدمی ذکر سے غافل ہو عبادات میں کوتاہی کرتا ہو ور اس کے رزق میں حرام کی آمیزش ہو اسے یقین کا وہ درجہ اصل ہو ہی نہیں سکتا جس کا مطالبہ اسلام کرتا ہے۔ یہ نہ صرف س طرح مشکل ہے بلکہ یہ کافر دنیا پر قرآن حکیم کا یہ جملہ بہت زیادہ شاک گزرتا ہے اور اہل مغرب جب اس موضوع پہ بات کرتے ہیں تو ان کا ایک خاص جملہ ہے کہ اسلام نے مناپلی آف رتھ پیدا کی ہے سچائی پر غاصبانہ یا ظالمانہ قبضہ کر لیا ہے کہ اسلام ہ گنجائش ہی نہیں رکھتا کہ کچھ سچائی چلو زیادہ اسلام کے پاس سہی کچھ تھوڑی بہت دوسروں کے پاس بھی ہو گی تو اسلام نے سچائی پر پنی مناپلی اپنا قبضہ صرف اسلام کا قبضہ ظاہر کیا۔ یہ بہت بڑا جو ہتان یا بہت بڑا جو پراپیگنڈہ کیا جاتا ہے اسلام کے خلاف یہودیوں نے نصاریٰ نے اہل مغرب نے اس کی ایک بنیاد یہ بھی ہے اور س میں وہ بات کرتے ہیں کہ اس کے باوجود کہ انبیاء علیہم السلام کو مانتا ہے اسلام کہ پہلے نبی بھی سچے تھے لیکن اس کے بعد کہتا ہے کہ ساری سچائی اسلام ہی میں ہے ہم ان نبیوں کو مانتے ہیں اس طرح کی باتیں وہ کرتے ہیں یہ جو اسلام کی سچائی اس میں یہ دعویٰ ہے کہ سارے کی ساری سچائی اسلام میں ہے اس پر بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل مکہ میں ہوئی۔ سارے حربے آزمانے کے بعد رؤسائے قریش بھی اس بات پر آ گئے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کی عبادت کریں اور اپنے طریقے سے کریں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات جو شخص مانیں وہ آپؐ کے ساتھ شامل ہو جائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح رہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو ماننے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ نہ کہیں کہ صرف آپ کا دین سچا ہے اور ہمارے جو معبود ہیں ہمارے باپ دادا کا جو دین ہے اور جس پر صدیوں سے ہم کاربند ہیں یہ غلط ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دین پر قائم رہیں اس کی تبلیغ کریں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہو اسے شامل کریں آپؐ اپنی عبادت بیت اللہ میں کریں ہم تعرض نہ کریں گے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کہنا چھوڑ دیں کہ سچائی صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات میں ہے اور باقی جتنے یہ دین ہیں یہ باطل ہیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر وہی آیہ کریمہ نازل ہوئی تھی جس میں ارشاد ہے کہ کوئی ایک ذرہ برابر بڑھانا یا گھٹانا یہ میرے بس کی بات نہیں ہے یہ اللہ کا کلام ہے اور میں اللہ کی طرف سے مامور ہوں یہ میرا ذاتی مسئلہ نہیں ہے کہ میں تمہارے ساتھ اس میں کچھ لو کچھ دو کر کے سمجھوتہ کروں میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اور جو اللہ حکم دیتا ہے وہ بیان کرنا یہ میری ذمہ داری ہے۔ یہ تو رہی کفار کے لیے مشکل اور واقعی یہ بہت بڑی مشکل ہے کہ ہر بندے کو یہ ماننا پڑ جائے کہ ہمارے پاس سرے سے کوئی حقیقت ہے ہی نہیں یہ غیر مسلم کے لیے بہت مشکل ہے کہ وہ یہ کہے کہ ہمارے پاس بالکل کوئی سچائی ہے ہی نہیں۔ ساری سچائی جو ہے وہ قرآن حکیم میں ہے۔ قرآن حکیم کا پہلا جملہ ہی یہ ہے کہ میرے ساتھ جس کا

رابطہ ہے یا جسے اس کتاب ہدایت سے ہدایت حاصل کرنا ہے اس کی بنیاد اس رشتے پر ہے اس کے ساتھ رشتہ ہی تب بنتا ہے جب یہ یقین ہو جائے کہ ساری سچائی جو ہے وہ اس میں ہے اس کے باہر کوئی سچائی نہیں۔

اور قرآن حکیم اللہ کا کلام ہے ذاتی کلام ہے اللہ کا اور اللہ نے اپنے بندوں کو اس میں خطاب فرمایا ہے کہیں ساری انسانیت کو کہیں انبیاء و رسل علیھم السلام کو کہیں ماننے والوں کو اور کہیں انکار کرنے والوں کو انبیاء علیھم السلام کے ساتھ جو طرز تخاطب ہے اس میں ان کی عظمت کا اظہار بھی ہوتا ہے عوام کے ساتھ جو طرز تخاطب ہے اس میں شفقت کا اظہار ہوتا ہے اور مومنین کے ساتھ جو طرز تخاطب ہے اس میں محبت کا عنصر شامل ہے۔ اس طرح کافر کو جب خطاب فرماتا ہے تو اس میں اس کے غضب کی کڑک نظر آتی ہے۔ ہر آیت کا اپنا اپنا انداز ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا یہ کلام ہر بندے نے اللہ کریم سے سن لیا اور اسے یہ یقین ہو جائے کہ اس تک یہ صحیح پہنچا ہے ایسا تو نہیں ہے۔ بلکہ اللہ سے صرف ایک اللہ کے بندے نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچانے میں بھی جبرائیل امین جو وحی لایا کرتے تھے وہ بھی ایک ذریعہ بن گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ذات باری کے درمیان۔

اب یہ کہا جائے کہ اللہ کا کلام بھی سچا ہے لیکن جو فرشتہ کلام لاتا رہا کہیں اس سے بھول چوک ہو گئی یا کسی نے اس کے ساتھ مل ملا کر کہیں راستے میں شیطان نے اس کے ساتھ مل کر کوئی زیر زبر بڑھا گھٹا دی ہو کوئی نقطہ اس میں کم و بیش کر دیا ہو۔

رب جلیل نے اپنے کلام میں اس بات کا سدباب فرمایا اور جبرائیل امین کی خصوصی تعریف فرمائی۔ عند ذی العرش مکین وہ کوئی عام فرشتہ نہیں ہے بلکہ اللہ کے نزدیک اس کا بہت بڑا درجہ ہے اور بلند مقام ہے اور تمام فرشتے اس کی اطاعت کرتے ہیں وہ سب کا سردار ہے اور فرمایا ثم امین اور پھر اللہ اس بات پر گواہ ہے کہ وہ امانت دار ہے کہ اللہ کا معتمد ہے شیطان اس پر اثر اپنا نہیں ڈال سکتا۔ ذی قوت ہے۔ اس کے قریب نہیں جا سکتا اور سارے فرشتوں کے لشکر اس کے خادم ہیں ثم امین اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ اللہ کا امانت دار بندہ ہے۔ تو اللہ کریم نے جبرائیل امین کی صفائی جو دی اور اتنی بڑی شہادت دی اس میں ایک راز یہ بھی مضمر ہے بے شمار حکمتیں ہیں کلام الٰہی میں لیکن ایک حکمت یہ بھی ہے کہ کوئی یہ نہ کہے کل کہ اللہ کا فرشتہ ہی اگر اس میں کوئی ٹھوکر کھا گیا ہو یا اسے کسی نے ورغلا دیا ہو یا اسے کسی نے ڈرا دیا ہو تو پھر کیا اس میں صداقت رہ گئی۔ اس کی شہادت دی رب کریم نے۔ دوسرا مقام آتا ہے کہ اللہ سے اللہ کے صرف ایک بندے نے سنا۔

اب کوئی دوسرا بندہ گواہ نہیں ہے کہ میں نے بھی سنی ہو یہ آیہ کریمہ اسی طرح نازل ہوئی باقی جس بندے نے بھی سنا اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی جو صداقت و امانت تھی اس کی حفاظت اور اس کی شہادت اللہ کریم نے سب سے بڑھ کر دی اور اتنی بڑی دی نہ صرف خود شہادت دی نہ صرف ہر مومن سے شہادت دلوائی بلکہ صداقت و دیانت پہ کفار و مشرکین کو بھی گواہ رکھا اس پہلو پہ اللہ کریم نے اس قدر توجہ فرمائی اس قدر اس کی حفاظت فرمائی کہ مشرکین اور کفار جو بدترین دشمن تھے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھوٹا یا بد دیانت نہیں کہہ سکے معاذ اللہ وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو صادق اور امین کہتے تھے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اسم گرامی صادق اور امین مشرکین مکہ میں قبل بعثت بھی مشہور تھا اور بعد از بعثت بھی اسی طرح مشہور ہے۔

بلکہ ایک دفعہ اہل مکہ نے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد حج کا موقعہ آیا تو سال میں ایک دفعہ سارا عرب جمع

ہوتا تھا مکہ مکرمہ میں اپنے طور پر رسومات کرتے تھے اور بہت بڑی بات یہ تھی کہ بہت بڑی تجارتی منڈی بن جاتی تھی سارا عرب جمع ہوتا تھا خرید و فروخت کرتے تھے تو حج کے نام پر کچھ رسومات بھی کرتے تھے۔ تو اس وقت اہل مکہ کو یہ فکر ہوئی کہ اب تو سارا عرب یہاں جمع ہو گا تو ہم جس بات کو دبا رہے ہیں روک رہے ہیں کہ یہ باہر نہ جائے کوئی نہ سنے تو سارا عرب ایک دفعہ سن لے گا اب مصیبت یہ بنے گی کہ عرب کے لوگ تو بڑے دانا ہیں بات کا بڑا تجزیہ کرتے ہیں تو ہم میں سے ہر ایک جو ہے وہ مختلف بات کہتا ہے ہم ان پر کوئی الزام لگاتے ہیں کوئی ہم پر الزام لگاتا ہے تو جب اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم بات کرے گا تو ایک ہو گی ہم جو جوابی الزامات لگائیں گے وہ مختلف ہوں گے تو ہماری بات میں وزن نہیں رہے گا۔ اور سننے والے یا باہر سے آنے والے ان کی بات پہ زیادہ توجہ دیں گے اس لیے یہ طے کیا جائے کہ ہر آنے والے کو ایک ہی بات بتائی جائے جو بھی الزام ہم نے لگانا ہے یا جو بھی ہم نے کہنا ہے وہ سب کو ایک کہا جائے تو اس میں لوگوں نے مختلف رائیں دیں بہت بڑی میٹنگ ہوئی تو کسی نے یہ بھی کہہ دیا کہ ہم کہہ دیں گے کہ یہ جھوٹ بولتے ہیں تو امیر مجلس نے کہا کہ شرم نہیں آتی جس شخص کو پورا عرب جانتا ہے کہ اس نے پیدا ہو کر چالیس برسوں میں ایک لفظ جھوٹ نہیں کہا آج تو کہہ دے گا جھوٹ بولتا ہے تو لوگ تیری بات مان لیں گے۔ لوگ تمہیں جھوٹا کہیں گے۔ اسی طرح کسی نے کہا کہ ہم کہیں گے جی کہ محض شعرو شاعری کرتا ہے۔ عرب شاعروں کا کلام سنتے بھی ہیں شاعری کرتے بھی ہیں اور شعر کو جانتے بھی ہیں اور اگر کہہ دو گے تو کتنی ہی شاعری کہیں سنی ہو گی زندگی میں اور کون ایسا شعر کہہ سکتا ہے تمہاری بات کا کیا اثر رہے گا۔ تو بالآخر اس بات پر مشرکین بھی متفق تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو صادق اور امین کے لقب سے ہٹایا نہیں جا سکتا ہاں ان میں اتفاق جو ہوا وہ یہ تھا کہ ہر آنے والے کو یہ بتاؤ کہ بھئی اس کے پاس جو جاتا ہے وہ

برادری کے قابل نہیں رہتا بھائی بھائی سے جدا ہو جاتا ہے باپ بیٹے سے جدا ہو جاتا ہے ایک دوسرے کو چھوڑ دیتے ہیں اس کے ساتھ لگ جاتے ہیں اس بات سے لوگوں کو ڈراؤ یعنی مشرکین مکہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت و امانت کے گواہ ہیں۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ فرشتے کی صداقت بھی مشتبہ نہ ہوئی نبی علیہ السلام کی صداقت کی بھی بہت بڑی گواہی ملی یہ دو ایسے وسائل ہیں دو ایسے سورسز ہیں جن پر زبان طعن کھولنا اتنا آسان نہیں ہے مخالفین کے لیے بھی فرشتے کو معاذ اللہ جھوٹا کہنا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایسی نسبت کرنا مخالفین کے لیے بھی آسان نہ تھا اب تیسرا ذریعہ جو ساری امت یا ساری انسانیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ہے وہ ہیں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جس شخص کو بھی نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے کوئی لفظ سننا نصیب ہوا یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس نصیب ہوئی وہ تو صحابی ہو گیا اور جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہی نہیں ہوئی وہ صحابی نہ ہو سکا اس کا مطلب یہ ہے کہ جو بھی جماعت صحابہ کی تھی عالم انسانیت میں نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے بعد اس قرآن کے گواہ وہ ہیں یہی وجہ ہے کہ مخالف اسلام قوتوں نے کافر اور مشرک جتنی تحریکیں چلیں ان سب کی بنیاد جو ہے وہ صحابہ پر طعن کی ہے اور اب تک بھی جو طبقہ اسلام سے نکلتا ہے خارج از اسلام کوئی کافرانہ تحریک چلاتا ہے وہ خواہ غلام احمد قادیانی ہو یا غلام احمد پرویز ہو تو ان سب کی بنیاد اس بات پر ہوتی ہے کہ سب سے پہلے وہ صحابہ پہ طعن کرتے ہیں۔ اگر صحابہ پر زبان طعن نہ کھولی جائے اور انہیں مجروح نہ کیا جائے تو نہ صرف یہ کہ قرآن کے لفظ نہیں بدلتے قرآن کے مفاہیم بدلنا بھی آسان نہیں رہتا قرآن کے الفاظ کی حفاظت کا ذمہ تو رب کریم نے لے لیا الفاظ کو بدلنا ممکن نہ رہا لیکن الفاظ کو بدلنا بھی اس لیے ممکن نہ رہا کہ صحابہ کرام نے اس کی اس حد تک حفاظت فرمائی

نزول قرآن کے وقت ہی اس کی کتابت شروع ہو گئی یہ جو مغالطہ دیا جاتا ہے کہ بعد میں لکھا گیا کہ ایک صحیفہ تھا دو صحیفے تھے یہ تھا وہ تھے یہ بھی ان کافر تحریکوں کا ہے ہر آدمی یہ واقعہ پڑھتا ہے کہ مکہ مکرمہ میں جو صحابی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہمشیرہ اور اُن کے بہنوئی کے پاس گیا ان کے پاس کچھ ورق تھے اور قرآن لکھا ہوا تھا یہ ایسا عام واقعہ ہے کہ ہر طالب علم سے لے کر ہر عالم تک اسے دہراتے ہیں ہر چھوٹی بڑی کتاب میں موجود ہے تو اس وقت تو قرآن کی چند آیات نازل ہوئی تھیں تو اگر اس وقت ان کے پاس چند اوراق تھے جن پر لکھا گیا تھا تو کیا یہ شہادت کافی نہیں کہ نزول کے وقت سے ہی قرآن کی کتابت شروع ہو گئی اب اسے یہ کہنا کہ نبی علیہ السلام کے بعد لوگ جمع ہوئے اور انہوں نے کہا کہ کیسے لکھا جائے اور کس کے پاس کونسا ورق ہے لاؤ۔ یہ تو زیادتی ہے سراسر۔ ہر لفظ جو نازل ہوتا تھا وہ لکھ لیا جاتا تھا پھر قرآن کی ترتیب نزول الگ ہے اور اس کی ترتیب کتابی الگ ہے۔

نزول میں رب کریم نے یہ حکمت رکھی ہے کہ ہر آیت کو کسی واقعہ کے ساتھ منسلک کر کے نازل فرمایا کوئی ضرورت پیدا ہوئی اس کا حکم نازل ہو گیا اب اس میں ایک حکمت یہ بھی تھی دوسری حکمتوں کے ساتھ کہ جب بھی اس آیت کے معانی پہ بات ہوتی ہے تو اس کا جو شان نزول ہے وہ اس کے معانی کی وضاحت کا گواہ بن جاتا ہے کہ یہ آیت کس موقع پر نازل ہوئی اس وقت سوال کیا تھا اس کا جواب کیا دیا گیا اس کا مفہوم یہ بنتا ہے اس لیے ایک ایک آیت کا شان نزول ملتا اور وہ مفاہیم پہ گواہ بن جاتا۔ لیکن کتابی ترتیب جو ازل سے تھی علم الٰہی میں جو لوح محفوظ میں تھی جو اللہ جل شانہ کے پاس آسمانوں پہ تھی وہی ترتیب کتاب میں اللہ کے حکم سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دلوائی جو قصہ بیان کیا جاتا ہے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد کی اصلاح کا وہ ایک بہت بڑا کام تھا جو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حصے میں اللہ نے دے دیا اس میں فرق کیا تھا

فرق یہ تھا کہ قرآن حکیم جو نازل ہوا اہل مکہ کے پاس اہل مدینہ کے پاس مہاجرو انصار کے پاس تو وہی اس کا لب و لہجہ تھا جو جس لہجے میں نازل ہوا اور جس لہجے میں نبی کریم صلی اللہ عیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لیکن جب بلاد عرب میں باہر پھیلا تو جس طرح ہر زبان اب پنجاب میں پنجابی بولی جاتی ہے لیکن ہر گاؤں میں زیر زبر پیش کا فرق ہے سرحد میں پشتو بولی جاتی ہے لیکن ہر جگہ بہت بڑا فرق آ جاتا ہے ایک جگہ وہ گھر کو کوُر کہتے ہیں دوسری جگہ میں نے سنا وہ کیر کہتے ہیں کور اور کیر میں کتنا فرق ہے لیکن دونوں لفظ پشتو کے ہیں اور دونوں کا معنی گھر ہے اور دونوں استعمال ہوتے ہیں سرحد میں۔ اسی طرح انگریزی میں فارسی میں ہر زبان میں یہ لہجے کا اور زیر زبر کا فرق ہے معنی ایک ہی ہوتا ہے تو جب بلاد عرب میں قرآن حکیم پھیلا اور افواج کی زبانی باہر گیا تو لوگوں نے سن کر اپنے لہجے میں بعض الفاظ لکھ دیئے۔ مہاجر و انصار کے پاس وہ لہجہ تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا جس میں وحی نازل ہوئی لیکن جب بلاد عرب میں باہر پھیلا تو وہ اس میں کہیں زیر و زبر کی کہیں کسی داؤ اور پیش کی کہیں الف زائد کہیں کوئی لفظ خاموش ان کا جو اپنا انداز تھا اس میں رواج پا گیا سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ پوری قلمرو عرب میں جس قدر مختلف فیہ نسخے ہیں جمع کر لیے جائیں اور وہ نسخہ شائع کیا جائے سب کو وہ لہجہ دیا جائے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور مہاجرو انصار کے پاس ہے اور یہ اتنا بڑا کام تھا کہ جو توفیق الٰہی سے ان کے حصے میں آیا جو آسان نہیں تھا اور جس کے بعد آج تک قرآن کے لہجے پر کسی عربی عجمی کو اختلاف نہیں رہا آج تک چودہ سو سال میں پوری دنیا میں قرآن پھیلا لیکن اس کا لہجہ وہی ہے اب عربوں کی زبان بدل گئی ہے پورے عرب کی زبان جو عرب میں بولی جاتی ہے۔ وہ عربی نہیں ہے جو قرآن میں ہے وہ زمانے کے ساتھ ساتھ بدل گئی اور ساری زبانیں بدلتی رہتی ہیں نئے الفاظ ان میں داخل ہو جاتے ہیں پرانے متروک ہو جاتے ہیں اور کتنے ایسے لوگ اور

ہماری اپنی جو اولاد ہے وہ ہماری مقامی پنجابی کو کماحقہ نہیں سمجھتی کیونکہ انہوں نے گھروں میں اردو بولنا سنا سکول میں اردو میں بات کرنا ضروری ہے اور والدین نے وہ پنجابی چھوڑ دی جو بہت قدیم اور بہت پرانی اور بہت مشکل الفاظ تھے اس کی جگہ اردو ترجمہ آ گیا تو کئی جگہ ہم آپس میں بات کرتے ہیں بچے پوچھتے ہیں کہ یہ آپ نے کیا چیز کہی اس کا کیا مطلب ہے اور اس کو کیسے ادا کیا۔ اسی طرح ہر زبان کے ساتھ ہوتا ہے۔

لیکن قرآن حکیم پر وہ اصرار جو تھا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ تاکید جو تھی اس کے بعد قرآن کے کسی لفظ میں کسی لہجے میں کسی ادائیگی میں عرب میں یا عجم میں دنیا میں کہیں کوئی فرق نہیں۔ تو رب جلیل نے اسی موضوع کو بھی قرآن حکیم میں سب کچھ پھیلایا اور یہی مسلک ہے اہل سنت و الجماعت کا جب اہل سنت و الجماعت کہتے ہیں الصحابۃ کلھم عدول۔ کہ صحابی سب عادل ہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ سارے صحابی معصوم ہیں عصمت خاصہ نبوت ہے۔ عصمت کا معنی یہ ہے کہ گناہ کرنے کی کوئی گنجائش ہی وجود میں کوئی ایسی چیز بھی نہ ہو اور اس کی ضرورت ہوتی ہے بندے کو اللہ کا کلام براہ راست سننے کے لیے۔ اسی لیے کسی کو معصوم کہنا یا نبی کہنا ہم معنی ہے۔ جسے آپ معصوم مانتے ہیں آپ نے اس کی نبوت کا اقرار کر لیا جسے آپ نے نبی کہا آپ نے اس کی عصمت کا اقرار کر لیا اور انبیاء علیھم السلام کے بعد کوئی معصوم نہیں۔ لیکن اللہ کے بندوں کو حفاظت الیہہ حاصل ہوتی ہے اور صحابہ سارے محفوظ ہیں۔ محفوظ سے بھی بتقاضائے بشریت خطا ہو سکتی ہے صدور خطا جو ہے وہ ممکن ہے لیکن اصرار علی الغم ممکن نہیں محفوظ جو ہوتا ہے وہ اس گناہ پر قائم نہیں رہتا خطا ہو سکتی ہے لیکن اس خطا پر قائم نہیں رہتا یہی وجہ ہے کہ صحابہ میں سے جن چند نفوس قدسیہ سے خطا ہو گئی انہون نے اس خطا کو چھپایا نہیں انہوں نے دنیا میں اس خطا کی سزا کو اپنی گواہی سے بھگتا جان دے دی سنگسار ہونا پڑا یا بڑے سے بڑی تکلیف برداشت کرنا پڑی لیکن کسی گناہ کو انہوں نے ہضم نہیں کیا یہی ان کی عدالت کا سب سے بڑا سبب ہے بعض لوگوں نے اس پہ طعن کیا ہے کہ صحابہ سے فلاں جرم ہو گیا لیکن عجیب بات ہے ان کی نگاہ اس طرف نہیں گئی کہ جرم ہونا تو تقاضائے بشریت تھا اس جرم کی اپنی شہادت پر خود کو سزا وارد کرانا کتنا بڑا صداقت کا ثبوت ہے کیا ہم سے کبھی کوئی جرم نہیں ہوا۔ ہم سے جو جرم ہوتے ہیں ہم کو توبہ کی توفیق بھی نہیں ہوتی کہ تنہائی میں بیٹھ کر اللہ ہی سے بات کر لیں ہم اس کے جواز تلاش کرتے رہتے ہیں میں نے یہ کیا اس کا یہ جواز ہے اس کا یہ جواز ہے اس کا یہ جواز ہے اور ان کی صداقت کا یہی ان کی عدالت کی شہادت ہے۔

ایک صحابیہ خاتون سے غلطی ہو گئی تو اس نے خود اعتراف کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس سے تو استقرار حمل کا امکان ہے اس لیے اس پر حد جاری نہیں ہو گی اور واقعی وہ حمل ثابت ہوا اسے مہلت دے دی گئی بچہ پیدا ہونے دو بچے پر تو حد جاری نہیں ہو سکتی بچہ پیدا ہوا تو وہ خاتون بچہ اٹھا کر بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئی اب مجھ پر حد جاری کیجئے اب بچہ تو ہو گیا فرمایا اس کی تربیت بھی تو آپ کے ذمے ہے اس کو پالنا بھی تو تجھی کو ہے پھر وہ حاضر ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کم از کم دو سال تو رضاعت کی حد ہے دو سال نو مہینے وہ گذر گئے دو سال بچے کو دودھ پلایا اور پھر بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اس حال میں آئی کہ روٹی کا ٹکڑا ساتھ لائی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بچے کے ہاتھ میں دے دیا بچہ تھا معصوم اس نے کھانا شروع کر دیا فرمایا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب یہ کھا سکتا ہے اب مجھ پر حد جاری کیجئے۔

یعنی یہ ہے وہ وصف عدالت اور دیانت و امانت کا معیار جو اللہ نے ان میں رکھ دیا۔ تو قرآن حکیم نے اس پر سب سے زیادہ

گواہی دی۔ فرمایا اولئک هم الصدقون ۔ وہ کھرے سچے لوگ تھے پھر اس کے ساتھ بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر قیامت تک آنے والی انسانیت کے لیے اتباع واجب قرار دے دیا گیا مہاجرین و انصار کا یہ بڑی عجیب بات ہے اگر اس پہ غور کیا جائے تو واجب الاتباع نبی ہوتا ہے مطبوع نبی ہوتا ہے اس کا اتباع واجب ہوتا ہے تو ان کی پیروی کو قرآن نے واجب قرار دے دیا۔

- والذین اتبعو هم باحسان ۔ خالی اتباع نہیں خلوص دل سے جو ان کا اتباع کرے گا تو گویا صحابہ کا اتباع ہی نبی علیہم السلام کا اتباع ہے جس طرح ہے۔

ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اس نے اللہ ہی کی اطاعت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی فنا فی اللہ کا مقام حقیقی طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا منصب ہے۔ فنا فی اللہ کا تقاضا یہ ہے کہ فنا فی اللہ کا منصب اور اس کا جو ہے تقاضا وہ یہ ہے کہ آپ کی ذات درمیان سے نفی ہو گئی آپ اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کرتے ہیں لیکن وہی اللہ کی اطاعت ہے آپ کی ذات درمیان میں نہیں آتی اسی کو فنا فی اللہ کہا جاتا ہے اور صحابہ کی اطاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہے اسے فنا فی الرسول کہا جاتا ہے۔ فنا فی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت یہ ہے کہ بندے کا اپنا درمیان میں کچھ نہ رہے جو کچھ وہ کہے جو کچھ وہ کرے وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہوا اور حقیقی فنا فی الرسول صحابہ کبار کو حاصل ہے اس کے لیے اللہ نے فرمایا۔

والسبقون الاولون من المهاجرین والانصار۔ کائنات پر سبقت لے جانے والے وہ پہلے پہلے لوگ جو مہاجر و انصار کہلائے وہ ایک طبقہ ہے مسلمانوں کا آپ دو کہہ لیجئے لیکن ایک ہی طبقے کے دو حصے ہیں مہاجر اور انصار تیسرا طبقہ ان کے بعد سے لے کر قیام قیامت تک ساری انسانیت ہے اور اس ساری انسانیت میں سے وہ لوگ اللہ کے محبوب ہیں جو ان کی اطاعت کریں گے۔

والذین اتبعو هم باحسان ۔ اب جو محض قرآن کو مانتا ہے اگر وہ کہتا ہے کہ صحابہ نے یہ غلطی کی تو قرآن کہتا ہے تم بھی وہ غلطی کرو بات ہی ختم ہو گئی غلطی تو نہ رہی عبادت کو عبادت ہم کیوں کہتے ہیں اٹھنا بیٹھنا کونسی عبادت ہے قبلہ کو منہ کرنا کیوں عبادت ہے ظہر کیوں عبادت ہے عصر کیوں عبادت ہے اس لیے کہ اللہ نے ایسا کرنے کا حکم دیا عبادت ہو گئی۔ تو وہی رب جلیل حکم دے رہا ہے کہ جو مہاجر و انصار نے کیا خلوص دل سے ان کی اطاعت کرو میں تم پر راضی ہوں اور میں تمہیں راضی کروں گا۔

رضی اللہ عنهم ورضوا عنه ۔ اتنی عطا کروں گا کہ تم بھی کہہ اٹھو گے کہ اللہ بس ہم راضی ہیں ہم سے مزید نہیں سنبھالا جاتا یعنی جن کی اطاعت پوری امتوں میں یہ پہلی امت ہے جس کی اطاعت یا صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو ہیں وہ واجب الاتباع ہیں یہی نہیں ان کی صداقت کو امانت کو اللہ نے ان کے دنیا میں آنے سے پہلے ماننا جزو ایمان قرار دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا ہر امت کے لیے ضروری ہے۔

واذ اخذ اللہ میثاق النبیین۔ روز الست کو جب نبیوں سے عہد لیا گیا تو اس عہد میں صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا عہد نہیں تھا بلکہ یہ بھی تھا کہ آپ اپنی امت کو تلقین کریں گے کہ وہ اس آخری نبی علیہ السلام کی عظمت پر ایمان لائیں اور جب یہ مبعوث ہو تو ان میں سے ان کی نسل میں سے کوئی باقی ہو تو وہ اس کی اطاعت کرے اس کا مطلب ہے کہ ہر نبی اللہ سے یہ عہد کر کے مبعوث ہوا کہ وہ اپنی امت سے حضور علیہ الصلواۃ و السلام کی عظمت کو منوائے یہ جزو ایمان ٹھہرا جہاں نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی عظمت کو منوائے یہ جزو ایمان ٹھہرا۔ جہاں نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی عظمت منوائی رب کریم نے وہیں پہلی امتوں سے صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت و دیانت پر

ایمان لانے کا تقاضا کیا یہ عجیب بات ہے کہ غیر نبی کو صالح یا غیر نبی کے عادل یا غیر نبی کے ایمان اور سچے ہونے پر ایمان لانا اس کے دنیا میں آنے سے پہلے پہلی امتوں پر فرض ہوا اور جو انکار کرے وہ کافر ہو جائے گا۔

ذالک مثلھم فی التوارۃ و مثلھم فی الابخیل ○ یعنی پہلی کتابوں میں وہ اوصاف جو قرآن بیان کرتا ہے وہ اوصاف ان کے پہلی کتابوں میں نازل کئے گئے اب اگر کوئی ان اوصاف کو اس زمانے میں نہ مانے تو اپنی کتاب کا انکار کر کے کافر ہو گیا۔ اسی لیے صحابہ کی عظمت و دیانت کا انکار دنیا میں سب سے بڑا کفر ہے اس عظمت کا منکر نہ قرآن پر ایمان ثابت کر سکتا ہے نہ نبی علیہ السلام کی نبوت پر ثابت کر سکتا ہے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی نبوت کے گواہ دو طرح کے ہیں ایک وہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف تھے اور جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر الزام لگاتے ایک وہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے جو ایمان لائے وہ تو صحابہ ہو گئے اب اگر صحابہ کو آپ مجروح قرار دیں گے تو دوسرے گواہ تو مشرکین اور مخالفین رہ گئے پھر حضور علیہ السلام کی نبوت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف حمیدہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات آپ کہاں سے ثابت کریں گے۔

تیسرا بڑا لطیفہ بعض علماء نے یہ کیا ہے کہ قرآن بیان کرنے میں تو وہ سچے تھے یعنی قرآن تو انہوں نے صحیح بیان کیا اس کے بعد ساری زندگی کی صداقت ضروری نہیں ہے اور یہ بڑی عجیب بات ہے آج کے زمانے میں بھی ایک شخص کو بیک وقت سچا اور جھوٹا کہنا ممکن نہیں آج کے اس دور کے کسی بندے کو یا آپ سچا مانیں گے یا جھوٹا مانیں گے زندگی میں ایک کام بھی جھوٹا کرتا ہے تو اس کی ساری صداقت مجروح ہو جائے گی اور آپ کہیں گے کہ یار اس نے تو فلاں وقت بھی جھوٹی گواہی دے دی تھی تو اس کا کیا اعتبار ہے جس پر جھوٹ کا الزام آ جائے اسلامی عدالت اس کی گواہی قبول نہیں کرتی تو یہ کونسی منطق ہے کہیں کہ جب قرآن بیان کرتے تب تو صحابہ سچ بولتے تھے اور اس کے علاوہ جو ان کی زندگی ہے اس میں سچا ہونا ضروری نہیں ہے اس سے بھی بڑی جہالت ہے کہ جو آپ کی اس صداقت کا سرے سے انکار کر کے کفر ہوتا ہے ان میں صرف کفر ہے اس کلمے میں کفر بھی ہے اور اس کے ساتھ جہالت بھی ہے۔

یہ وہ مقدس لوگ تھے جن سے رب جلیل نے اپنی کتاب کی حفاظت کا کام لیا میں اور آپ آج بھی اس کتاب کی حفاظت نہیں کر سکتے جب تک ان کی حفاظت اسے نصیب نہ ہو کہ ہم نے ساری کائنات نے ساری انسانیت نے ساری امت نے ان سے لیا ہے تو یہ وہ تیسرا سورس ہے۔ جبرائیل امین علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تیسرا سورس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پوری انسانیت کے درمیان صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین ہیں۔ اگر انہیں مجروح قرار دے دیا جائے تو جملہ ذالک الکتب لا ریب فیہ اپنی اصلیت کھو دیتا ہے اور پہلا جملہ ہی قرآن کا جو ہے اسی سے نسبت منقطع ہو گئی تو آگے قرآن سے ہدایت کا امکان ہی نہیں رہتا۔ کون قرآن سے ہدایت حاصل کر سکتا ہے صحابہ کی کرامات صحابہ کے مقامات صحابہ کی عظمتیں تو الگ انہیں تو بیان کرنے کے لئے ایک عمر چاہیے اور اس میں بھی شاید آدمی احاطہ نہیں کر سکتا یہ عجیب لوگ تھے ایک چھوٹی سی بات جو تاریخی حقیقت ہے کہتا چلوں۔

یہ ایسے عجیب لوگ تھے کہ صحابہ کی زندگی میں جو ممالک فتح ہوئے اور جس ملک میں کوئی ایک صحابی بھی جس حد تک پہنچا چودہ سو سال ہو گئے وہاں سے اسلام کو مٹایا نہیں جا سکا۔ یعنی اس زمین کی قسمت میں اذان اور کلمہ اور نماز اللہ نے لکھ دی جہاں ان کے قدم گئے۔ آپ اندازہ کر لیں صحابہ کے بعد جو ملک فتح ہوئے وہ مسلمانوں سے چھینے گئے وہاں کفر کا غلبہ ہوا کبھی مسلمانوں کے قبضے میں آئے کبھی کافروں کے کبھی مسلمانوں کا قتل عام ہوا سپین سے سارے کے سارے مسلمان نکال دیئے گئے لیکن جہاں

تک صحابہ کے قدم پہنچے مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک دیکھ لیجئے اقتدار بدلتے رہے کافروں کے پاس اقتدار آیا ہو گا لیکن مسلمانوں پر اسلام کو وہاں سے نکالا نہیں جا سکا اذان بھی ہو رہی ہے کلمہ بھی پڑھا جا رہا ہے زمین پر سجدے بھی ہو رہے ہیں یہ صرف ایک کرامت ہے ان کے بابرکت وجودوں کی کہ جہاں جہاں ان کے قدم لگے وہ زمین ہمیشہ کے لیے اللہ کے نام سے روشن ہو گئی یعنی کیسے کیسے عجیب لوگ تھے اور یہ تو ایک تاریخی اعتبار سے آج بھی دیکھی جا سکتی ہے اور اظہر من الشمس ہے دوسرے جو ان کی کرامات اور عجائبات کا ظہور ہوا اس میں کیا یہ کم عجیب بات ہے۔

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تئیس برس میں قرآن حکیم ان کو دیا اور عجیب بات عجیب تر بات ہے کہ اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوتا ہے ساری کائنات ساری انسانیت کے لیے جزیرہ نمائے عرب سے باہر تشریف نہیں لے جاتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جماعت یہاں تیار فرمائی وہ جو تئیس برس میں نازل ہوا ان کے سپرد کر کے دنیا سے پردہ فرما ہو جاتے ہیں پوری انسانیت تک فریضہ نبوت کو نبھانا ان خدام کے ذمے لگا دیا اور انہوں نے نبھانے کا حق اس طرح ادا کیا کہ جس طرح تئیس برسوں میں قرآن مکمل کر کے اللہ نے انہیں دے دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد تئیس برسوں میں روئے زمین کے ہر ذرے پر قرآن پہنچ چکا تھا ایک گدا کی جھونپڑی سے لے کر بڑے سے بڑے شہنشاہ کے محل تک کوئی بندہ اللہ کے دین سے ناواقف نہ رہا مانا کسی نے یا نہ مانا یہ الگ بات ہے۔ لیکن ان تئیس برسوں میں انہوں نے چین سے لیکر ہسپانیہ تک اور سائبیریا سے لے کر افریقہ تک ایک سلطنت بنا دی جس سے کوئی بھی ناواقف نہیں تھا اور سب جانتے تھے کہ اس سلطنت کی بنیاد لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے یہ وہ تاریخی فضائل ہیں جن سے کوئی دشمن بھی انکار نہیں کر سکتا اور پھر دوستی اور اسلام کے دعوے داروں کا اور ان پر اعتراض ان کے فیصلوں پہ اعتراض یا ان کے حالات پہ بحث یا ان کی عظمت کا انکار یہ ساری نادانی اور جہالت کے زمرے میں بھی آتی ہیں اور ان کی عظمت کا انکار کا کفر ہونے میں تو کوئی شبہ ہی نہیں اگر موسیٰ علیہ السلام کا امتی انکار کرے تو کافر ہو جائے عیسیٰ علیہ السلام کا امتی انکار کرے تو کافر ہو جائے تو اب جو انکار کرے وہ کفر سے کیسے بچتا ہے یہ تو علماء کا محض ایک نرم رویہ ہے یا شاید اس طرف کسی نے توجہ نہیں کی گذر جاتے ہیں خیال نہیں کرتے۔ عظمت و صداقت صحابہ۔ صحابہ میں پھر جو درجہ بندی ہے فتح مکہ سے پہلے جو ہوئے ان کی عظمت الگ ہے مہاجرین کی الگ ہے اور پھر مہاجرین میں بدر کی الگ ہے اور پھر اہل بدر پر خلفائے راشدین کی اپنی ہے خلفاء میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت وہ اپنی ہے کسی دن انشاء اللہ اللہ نے موقع دیا تو اس پہ بات کریں گے بہرحال یہ بنیادی بات ہے کہ کسی ایک صحابی کی صداقت کا انکار صحابیت پر اعتراض کی بنیاد ہے اسی لیے اہل سنت کا مسلک ہے الصحابتہ کلھم عدول۔ سب عادل ہیں ایک کی جو ہے عدالت کا انکار یہ صحابیت میں رخنہ ڈالنے والی اور چور دروازہ نکالنے والی جب آپ ایک پر اعتراض کریں گے پھر سب پر اعتراض ممکن ہے اور یہ کہنا کہ وہ معصوم نہیں تھے یہ صحیح ہے لیکن محفوظ ضرور تھے اللہ نے ان سے قرآن کی حفاظت کا کام لیا ان کا ایمان اناپہلوں سے بھی منوایا اور بعد والوں سے بھی اور صرف یہ قوم ہے صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم جن کا حساب قیامت کو نہیں نزول قرآن کے وقت جن کی عاقبت کی خبر دے دی گئی کہ

رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ کہ ایک ایسی قوم کہ وہ لوگ جن کے دلوں کو اللہ فرماتے ہیں میں نے ڈھونک بجا کر آزما لیا یہ وہ لوگ ہیں اولئک ھم الصدقون - یہ وہ لوگ ہیں جو صادق ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ راضی ہوا یہ اللہ پر راضی ہو گئے۔

حدیث علامہ ابن کثیر نے نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں جب

قیامت قائم ہو گی لوگ اٹھیں گے تو ہر آدمی اس حال میں اٹھے گا جس حال میں وہ دنیا سے گیا ایک جماعت صحابہ کی اٹھے گی سینے چاک ہوں گے خون بہہ رہا ہو گا اسلحہ اٹھایا ہوا ہو گا زرہ پہنی ہو گی تلوار ہاتھ میں ہو گی جسموں کے پرخچے اڑے ہوئے ہوں گے اسی حال میں اٹھیں گے تو میدان حشر میں جنت بھی پاس ہو گی دوسری طرف دوزخ بھی سامنے ہو گی تو وہ جا کر جنت کے دروازے پر وہ اسی طرح دستک دیں گے کہ دروازہ کھولو بھائی تو وہ جو جنت کے محافظ ہوں گے تو وہ جو جنت کا انچارج یا محافظ ہو گا عرض کرے گا کہ حضور ابھی تو لوگ قبروں سے اٹھے ہیں ابھی میزان کی طرف جائیے وہاں حساب ہو گا اعمال جانچیں جائیں گے فیصلہ ہو گا پھر ہم خدمت کریں گے جو آئے گا تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ وہ لوگ اپنی تلواریں پھینک دیں گے اور اللہ کی طرف مخاطب ہو کر کہیں گے کہ بار الٰہا تم نے ہم پہ احسان کیا جان دی مال دیا اولادیں دیں اپنے نبی علیہ السلام کی غلامی کی توفیق بخشی ایمان عطا فرمایا بے شمار نعمتیں تھیں تیری لیکن ہم نے بھی ہر نعمت تیرے نام پر قربان کر دی گھر چھوڑ دیئے اولادیں قربان کر دیں جان بچی تھی اس کا حشر بھی دیکھ لے کہ جسم کے پرخچے اڑ گئے اب یہ تیرا فرشتہ حساب کس چیز کا مانگتا ہے یہ ہم سے کہتا ہے کہ حساب دے کر آؤ کس چیز کا حساب ہمارے پاس بچا کیا ہے تو نبی علیہ الصلوۃ و السلام نے فرمایا کہ ارشاد ہو گا کہ جنت کے سب دروازے کھول دو یہ ان کی مرضی کہ کس راستے سے جاتے ہیں۔

یعنی وہ لوگ جن کی میں آپ اور ہم سب منتظر ہیں اس وقت خدا جانے انجام کیا ہو گا خاتمہ کیسا ہو قبر میں کیا پیش آئے اور میدان حشر میں اٹھیں تو کیا سلوک کیا جائے بڑی غنیمت یہ ہے کہ اس دور میں اگر ہم اپنا ایمان بھی بچا کر لے جائیں تو یہ اللہ کا بہت بڑا احسان ہے اور اگر نجات ہو جائے تو فرمایا۔

فقد فاز فمن زحزح عن النار فقد فاز۔ اگر کوئی دوزخ میں گرنے سے بچ گیا تو جیت گیا کامیاب ہو گیا کہاں ہم اور کہاں وہ لوگ تو عظمت و صداقت صحابہ پر ایمان ضرورت ہے مسلمان کی اور اس کا دفاع واجب ہے ہر مسلمان پر اگر کوئی قلبی طور پر کر سکتا ہے اگر کوئی زبانی کر سکتا ہے اور یہ حکومت کی مصلحتیں اور مخالفین صحابہ کو بلا کر ان کی قبروں پر، روضہ اطہر پر کھڑا کر کے طعن کروانا یہ بہت بڑا ظلم ہے۔ مخالفین صحابہ قطعاً مجاز نہیں ہیں حرمین میں داخل ہونے کے قطعی کافر ہیں اور کفار کا حرمین میں جانا اور یہ پھر ایسے بدبخت ہیں کہ انہیں اب روضہ اطہر پر بھی حاضری نصیب ہو تو یہ صحابہ پر طعن کرتے ہیں خود ان سعودی حکومت کو پتہ ہے یہ باہر سے غلاظت لے آئے تھے کاغذوں میں لپیٹ کر روضہ اطہر کے گرد جو سپاہی ہوتے ہیں کہ بندہ کوئی قریب نہ آئے اس کی بنیاد ہی ان کا عمل بنا ہے لیکن حکومتوں کی مصلحتیں اور انسان کی وقتی مفاد جو ہیں اور اسلام سے دوری اور اللہ کے اعتماد میں کمی اور توکل علی اللہ میں کمی مسلمان کی کمزوری ان سب باتوں کا سبب بن رہی ہے اللہ کریم ہمیں اس خطا سے معاف فرمائے اور ہمیں قوت ایمانی عطا فرمائے اور وہ اسلامی حکومت عطا فرمائے جو اسلام کو کفر سے الگ کر دے کھرا اور روز روشن کی طرح واضح اسلام اسلام ہو اور کفر کفر ہو یہ درمیان میں جو سمجھوتے ہیں یہ اسلام کے حق میں نہیں ہیں۔

و آخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین

معلومات، خط و کتابت اور
چندہ اس پتہ پر بھیجئے۔
دفتر المرشد۔ اویسیہ سوسائٹی
کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور

پاکستان کی اسلامی تعمیر نو

کے - ایم - اعظم (سابق اقتصادی خبیر اقدام، اقوام متحدہ)

پچھلے بیس سالوں کے دوران جو کہ میں نے وطن سے باہر گذارے ہیں جب کبھی بھی پاکستان آنا نصیب ہوا حالات کو ہر دفعہ پہلے سے بدتر پایا اس کی وجہ صرف طبعی اور سماجی ساخت کی اندرونی زبوں حالی نہیں تھی لیکن عوام الناس میں اخلاقی تنزلی کا عمل پیہم تھا۔ اسی کی وجہ تھی کہ جو کچھ میں سنتا تھا وہ اس سے بدتر تھا جو کہ شاہدہ میں آتا تھا۔ باہمی خیرسگالی اور اعتماد کے مفقود ہونے سے عوام الناس نے دوسروں کی خامیوں کو بڑھا چڑھا کر بیان کرنا شروع کر دیا تھا جبکہ اپنی برائیوں اور گناہوں کو ہر کوئی نظر انداز کرتا تھا۔ صد افسوس کہ یہ پاک سرزمین اخلاقی گراوٹ اور ظلم و استبداد کا شکار ہو گئی۔

صاحب اقتدار بغیر سیاسی فراست کے اور حاملین فراست بغیر اقتدار کے

آج پاکستان تاریخ کے اس چوراہے پر کھڑا ہے۔ یہاں سے وہ صدق، اخلاص اور قومی جذبہ کا ارفع راستہ اختیار کر کے نہ صرف اپنا تحفظ کر سکتا ہے۔ بلکہ مسلم امہ اور اقوام عالم میں اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کر سکتا ہے تاہم جب عام شہری کو اس خوفناک صورت حال کا احساس ہوتا ہے تو وہ اپنے ناکافی حالات میں کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ پڑھا لکھا ممتاز طبقہ جسے عوام کی راہنمائی کرنی ہوتی ہے اپنے غلط ملط تخیلات اور خود غرضی کی وجہ سے آپ کو مایوسی کا شکار پاتا ہے۔ اگر ہمارے اس ملک عزیز میں چند ایک افراد صحیح سوچ اور تصورات کے حامل ہیں تو وہ صاحب اقتدار نہیں اور جو صاحب اقتدار ہیں وہ صحیح سوچ سے عاری ہیں۔

تمام فرمانرواں ظالم اور غدار ہیں فرق صرف طریق کار ہے

پاکستان کی سیاست صرف دولت کا کھیل بن چکی ہے اور تعلیمی معیار اور اخلاقیات سے مبرا ہو کے یہ ظالموں اور غداروں کی ایک زرخیز کھیتی میں تبدیل ہو گئی ہے جو کوئی برسر اقتدار آتا وہ اپنے سے پہلے آنے والوں کے ظلم میں کمی نہیں بلکہ واضح اضافہ کرتا ہے۔

امہ مسلمہ: ایک اذیت کی پکار

پوری اسلامی دنیا بھی پاکستان کے مایوس کن حالات کی برابر عکاسی کرتی ہے۔ ایک طرف مسلم امہ کو خلیج کی جنگ میں ذلت اور خواری کا سامنا کرنا پڑا تو دوسری طرف بوسنیا اور کشمیر کے مسلمانوں کا مسلسل قتل عام ان کی بے یاری و مدد گاری کی عکاسی کرتا ہے۔ یہ واقعات مغربی طاقتوں کی اسلام دشمنی اور اسلامی دنیا کی بہت سی پوشیدہ کمزوریوں کے لیے اظہر من الشمس ہیں۔ اسلامی دنیا تاریخی تغیر و تبدل کے باوجود ایک ناقابل تسخیر یقین کی حامل تھی۔ اب مندرجہ بالا حالات کی وجہ سے یہ یقین متزلزل ہو گیا ہے۔

اسلام - ایک حق انتخاب یا ضرورت

ان حالات کے نتیجہ میں بعض لوگ اسلام کے متعلق شکوک و شبہات میں مبتلا ہوئے ہیں کہ شاید ہماری بدقسمتی اسلام

ہی کی وجہ سے ہے اور یہ کہ ہر چیز صحیح ہو جائے گی اگر ہم کلیتاً اسلام کو بالائے طاق کر دیں یا کم از کم اس کے سماجی اور سیاسی مقاصد کو خیر باد کہہ دیں۔ با الفاظ دیگر اسلام کو محض ایک ذاتی مذہبی رسومات کے پلندہ میں تبدیل کر دیں اور اس کی مقرر کردہ سماجی، معاشرتی اور سیاسی ذمہ داریوں سے عہدہ برا ہونے کی سوچ کو یکسر ختم کر دیں۔

درحقیقت یہی مغربی طاقتوں کا منشائے مقصود ہے کہ وہ مسلمانوں کے انقلابی دین کو محض ایک رسوماتی مذہب میں تبدیل کر دیں جس کا کوئی سیاسی مقصد نہ ہو۔ اس کام کے لیے خاصے ذرائع استعمال کئے جا رہے ہیں۔ یہی سوال ایک دوسرے پیرائے میں بھی اٹھایا جا رہا ہے کہ اگر ہم حقیقتاً اسلامی قوانین کو اپنانا نہیں چاہتے تو پھر اس کے بارے میں خواہ مخواہ اونچی اونچی باتیں کر کے امریکہ کو کیوں ناراض کرتے ہیں بالخصوص جبکہ اسرائیلی لابی کھلے طور پر ہر اس مسلمان ملک کو جو ترقی کی منازل سے ہمکنار ہوتا ہے تباہ و برباد کرنے پر تلی ہوئی ہے۔

اس ضمن میں ایک خاص سوال اٹھتا ہے کہ کیا واقعی ہم اسلام کو خیر باد کہہ سکتے ہیں؟ گو یہ سوال بیشتر پاکستانیوں کے لیے برمحل نہیں تاہم تاریخ اس امر کی غمازی کرتی ہے کہ اللہ جل مجدہ کی انسانیت کے لیے آخری رہنمائی کل ہونے کی وجہ سے یہ بات نا قابل عمل ہے کہ اسلام سے گلو خلاصی کر لی جائے اگر ہم اپنے اس دین کو چھوڑ بھی دیں تب بھی دشمنان اسلام اس بات کو کبھی نہیں مانیں گے کہ ہم واقعتاً ایسا کر چکے ہیں۔ بوسنیا کے یورپی مسلمانوں کی اعتدال پسندی کے باوجود جو حال ان کا کیا جا رہا ہے وہ سب کے سامنے ہے۔

اس مسئلہ کو اگر ایک اور زاویہ سے دیکھا جائے تو یہ مسئلہ اسلام کا نہیں ہے۔ دنیا کا کوئی نظام بھی اس اخلاقی زبوں حالی میں نہیں چل سکتا جس کا ہم آج کل شکار ہیں۔ ہماری تباہی کا موجب اسلام نہیں بلکہ ہماری تباہی اسلام کے باوجود ہے۔ قرآن حکیم اور فرقان حمید کے مطابق ہم میں سے چند ایک ہی مسلمان کہلا سکتے ہیں۔

ہمارے لئے چیلنج

آج ہم پاکستانی کئی ایک خطرات کا سامنا کر رہے ہیں۔ نہ صرف طبعی خطرات بلکہ خود اعتمادی کے کھو جانے کے ممکنہ نقصانات جو کہ ہماری اندرونی طاقت اور روحانی ولولہ انگیزی کو ختم کر دیں گے جبکہ اسلام جو کہ انسانیت کے لیے اللہ تعالیٰ کا آخری پیام کامل ہے بہرحال کامیاب ہو گا۔ ہمارے لئے تو فیصلہ کن سوال یہ ہے کہ کیا ہماری پاکستانی مسلمانوں کی موجودہ نسل ان مبارزت طلبیوں سے عہدہ برا ہو سکے گی جن کا اس کو آج سامنا ہے اور ان مواقعات پر قابو پا لے گی جو اس کو پیش کئے جا رہے ہیں بے شک جب تک ہم اپنے گھر کو درست نہ کر لیں ان مبارزت طلبیوں سے عہدہ برا ہونے کے قابل نہیں ہو سکتے۔ اس کے لیے مرکزی اسلامی تصورات کو صحیح طور پر سمجھنے کی ضرورت ہے۔ یہ تصورات درج ذیل ہیں۔

ایمان

اللہ جل مجدہ پر ایمان کا مطلب یہ ہے کہ ہم کلیتاً اپنے آپ کو اس کے حوالے کر دیں۔ جیسا کہ اللہ ذات سبحانہ مطلق العنان ہے اسے صرف مکمل وفاداری ہی قبول ہے۔ اس ذات مطلق کو ۹۹.۹ فیصد وفاداری بھی قابل قبول نہیں اور اس کا تقاضا یہ بھی ہے کہ ہم اس کے محبوب ختم الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی مکمل طور پر وفادار ہوں۔ ہمیں کبھی بھی حضور سرور دو عالم کی ذات اقدس کے بارے میں نعوذ باللہ کسی کمی کا گمان تک بھی نہیں ہونا چاہیے جو کہ اسلام ہم تک پہنچنے کا ذریعہ فقط ہیں۔ فخر دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے وفاداری کا مطلب یہ ہے کہ ہم نہ صرف آپ کی ذات اقدس کو اللہ تعالیٰ کا آخری پیغمبر سمجھیں بلکہ انہیں اپنا روحانی اور سیاسی رہنمائے کل

بھی گردانیں۔ یہ اس لیے کہ حضور کے دین کامل کا مشن رہتی دنیا تک جاری و ساری رہے گا۔

حضرت محمدؐ کے ساتھ وفاداری

اشارةً رسالت مابؐ صلی اللہ علیہ وسلم سے وفاداری مطلق کی مشابہت جھنڈوں کی تصویر کشی سے ہو سکتی ہے۔ اگر آپ حضور سرور دو عالم کے وفادار متبع ہیں تو دنیا کے تمام جھنڈوں کو خیرباد کہہ کر صرف اور صرف فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع ہو جائیں۔ جب آپ کو یہ توفیق ہو گی تو اللہ تعالیٰ آپ کو' اس کار زار جہان کو' رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقطہ نظر سے دیکھنے کی قابلیت و دیعت کرے گا۔ جب آپ اس دنیا کو حضور رسالت مابؐ کے نقطہ نظر سے دیکھنا شروع کریں گے تو آپ کے سارے ذاتی مفادات اور گروہی تنازعے ختم ہو جائیں گے اور آپ کے قول و فعل کو اللہ تعالیٰ اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی حاصل ہو گی اور آپ جو کچھ کریں گے اس میں کامیابی و کامرانی ہو گی کیونکہ اس حال میں آپ کا ارادہ اللہ تعالیٰ کے ارادہ کے مطابق ہو جائے گا بے شک اللہ تعالیٰ کا ارادہ کبھی ناکام نہیں ہو سکتا۔ اس حال میں آپ اسلامی دنیا کی بلکہ ساری دنیا کی فلاح کے لیے اللہ تعالیٰ کے خلیفہ اور رحمت اللعالمین کے نمائندے بن جائیں گے۔ ایک ناقابل تنسیخ صورت میں حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع ہو کر ہر مسلمان ایک بار پھر سعد بنؓ ' ابی وقاصؓ' طارق بن زیاد اور صلاح الدین ایوبی بن سکے گا۔ کامیابی اور کامرانی جو ایک عرصہ دراز سے ہمارے لئے مفقود ہے ہمارے قدم چومنے میں فخر محسوس کرے گی۔ یقین کیجئے یہی سادہ سی سچائی ہمارے "رازوں کا راز" ہے۔ جب تک ہم اسے دل کی اتھاہ گہرائیوں سے تسلیم نہیں کرتے ہم کسی مقام کو نہیں پا سکیں گے۔ ہمیں جان لینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت صرف اسی حالت میں پہنچے گی جب تک ہم مکمل طور پر اس کے اور صرف اس کے نہ ہو جائیں۔ درحقیقت صرف وہی شخص مسلمان کہلانے کا مستحق ہے جو اللہ تعالیٰ کا کامل اتباع کرے۔

رخ میں تصحیح

اسلام کا ایک بنیادی تصور صحیح سمت کا ہے۔ اسی لیے ہمیں کرہ ارض پر قبلہ دیا گیا ہے۔ اگر ہماری نظریاتی جہت صحیح نہیں تو ہماری ساری کی ساری مذہبی کاوشیں بیکار ہو جائیں گی۔ اسلام کی جہت نہایت ہی جامع مذہب ہونے کی وجہ سے فلاح و بہبود کی طرف ہے نہ کہ نجات کی طرف۔

قرآن حکیم فقط قانون کے ماخذوں کی کتاب نہیں ہے یہ اللہ تعالیٰ کا پوری انسانیت کے لیے ایک کامل پیغام ہے جو کہ انسان کو اپنا روحانی رخ صحیح کرنے کے لیے شمع ہدایت ہے صحیح روحانی جہت کے بغیر ہر ضابطہ قانون ایک خالی خول سے زیادہ کچھ نہیں ہو گا۔

ایک صحیح جہت کا مطلب یہ ہے کہ نہ صرف ہماری سوچ مخصوص مذہبی معاملات پر بلکہ وسیع تر سماجی اور سیاسی معاملات پر بھی صحیح ہو۔ مسلمانوں کا بنیادی مدعا اللہ تعالیٰ کے قوانین پر چل کر فلاح پانا ہے نہ صرف قانون کو قانون کی خاطر ماننا۔ اسلامی قانون انسان کی فلاح کے لیے ہے نہ کہ انسان قانون کے لیے دوسری طرف انسان کی خود ساختہ قوانین جو کہ ذاتی یا گروہی مفادات پر مبنی ہوتے ہیں کا منطقی نتیجہ تنازعات' ظلم اور استبداد ہے۔

اسلام ایک جامع راستہ

اسلام روحانیت اور قانون کا ایک حسین امتزاج ہے۔ موجودہ وقت کا سب سے بڑا سوال مسلمانوں کے لیے یہ ہے کہ اگر اللہ جل مجدہ کے قوانین اتنے ہی سیدھے اور صاف ہیں تو مسلمان ان کی پیروی کرنے کے قابل کیوں نہیں ہوتے کیونکر ظاہر طور پر متشرع مسلمان قرآن کے معاشی' سماجی اور سیاسی احکامات اپنانے میں ناکام رہتے ہیں۔ جواب صاف ظاہر ہے کہ جب تک

روحانیت کے چشمے مردوں اور عورتوں کے دلوں میں نہیں پھوٹتے وہ اللہ تعالیٰ کے قوانین کو حقیقی طور پر اپنا نہیں سکیں گے اور بیرونی طور پر اسلامی قوانین کا نفاذ ایک کوشش خام ہو گی۔ دراصل اسی مشکل کو مدنظر رکھتے ہوئے قرآن حکیم اللہ کی یاد (ذکر اللہ) کو باقی مذہبی فرائض پر فوقیت دیتا ہے۔ بے شک اس دنیا اور آخرت میں سرخرو ہونے کے لیے مسلمانوں کے لیے یہ اشد ضروری ہے کہ وہ اپنے دین پر جامع طور پر قائم ہوں اور اس کی روحانیت اور قانون کا پورا پورا اتباع کریں۔ دراصل ہمارے بہت سے گروہی تنازعات کی وجہ یہ ہے کہ ہم اسلام کے جامع راستے کی بجائے اس کے جزوی راستوں کو اپنا لیتے ہیں یہ ستم ظریفی ہے کہ جب بھی پاکستان میں اسلامی ضابطہ زندگی کے بارے میں سوال اٹھایا جاتا ہے تو گروہی مفادات اس کے اصلی رخ کو نظرانداز کر کے گفتگو کا رخ ہاتھوں کے کاٹنے اور سود کی طرف مبذول کرا دیتے ہیں حالانکہ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہاتھوں کا کاٹنا ایک غیر منصفانہ سوسائٹی میں جائز نہیں اور سود کا اخراج محض ایک طریقہ ہے دولت کو چند ہاتھوں میں جمع نہ ہونے دینے کا۔ کوئی معمولی ماہر اقتصادیات بھی آپ پر یہ بات واضح کر دے گا کہ پاکستان کے موجودہ اقتصادی اور سماجی ڈھانچے میں سود کو خارج نہ کرنے کا مطلب امیر کو امیر تر اور غریب کو غریب تر بنانا ہے جو کہ "کلیتاً" اسلام کے اصولوں کا تضاد ہے۔

اللہ تعالیٰ کے آخری پیغام ہونے کا مفہوم

اللہ جل مجدہ کا انسانیت کو قرآن مجید کی صورت میں فیصلہ کن پیغام کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کے پاس اسلام کے بارے میں کوئی انتخاب و اختیارات نہیں ہیں۔ اسلام قبول کرنے پر کوئی اختیار باقی نہیں رہتا۔ یہی اللہ تعالیٰ کی رضا کے سامنے سر جھکانے اور سید محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا ماحصل ہے۔ جب کوئی کلمہ شہادت پڑھتا ہے تو وہ پھر اپنے ارادہ کو بدلنے کا حق کھو دیتا ہے۔ درحقیقت اسی اصول کی اطاعت کے تحت مرتد کی سزا موت ہے اور اس کا منطق یہ ہے کہ اگر واقعی ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی آخر الزمان مانتے ہیں تو ان سے عہد وفا کو توڑا نہیں جا سکتا اس لیے کوئی بھی مسلمان ملک کوئی آزادانہ طرز فکر اپنائے گا تو وہ "کلیتاً" ناکام ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ان کی ہر کوشش کو خاک میں ملا دے گا۔

دوسرے مذاہب یا عقائد کے ماننے والوں کے لیے بے شک اختیار و انتخاب کے دروازے کھلے ہیں جن میں سے ایک دروازہ قبول اسلام کا بھی ہے اگر ان کی راہ انتخاب غیر منصفانہ نہیں تو رحم کرنے والا خالق حقیقی ان کی کوششوں کو بار آور کرے گا لیکن یہ رعایت مسلمانوں کے لیے نہیں ہے۔ ان کی ہر غیر اسلامی ترکیب شروع ہی سے بے نیل و مرام ہو گی۔ بالالفاظ دیگر جبکہ عیسائی، ہندو یا کوئی ملحد سوسائٹی بطور اشتراکی یا قوم پرست نظام حکومت کے تحت کامیاب ہو سکتی ہے ایک اسلامی سوسائٹی غیر اسلامی نظام کو اپنا کے بری طرح ناکامی کا سامنا کرے گی خواہ اس کے ارادے کتنے ہی اچھے کیوں نہ ہوں۔ یہ انسان کا نہیں اللہ جل مجدہ کا قانون ہے۔ آپ دیکھیں کہ پچھلے پچاس سالوں سے عرب معاشرہ نے سورج تلے اپنا مقام حاصل کرنے کے لیے کیا کیا کاوشیں نہیں کی۔ کیا پراثر و فصاحت کیا کرشماتی قائدین، کیا رزمیہ شاعری اور کیا ذرائع ان کے پاس تھے مگر ان کے عرب اشتراکیت اور عرب قومیت کے تحت منصوبہ جات اور کاوشیں بار بار ادھورے رہ کر خاک میں مل گئے۔

عرب ناکامی کے تمام واقعات میں اللہ تعالیٰ جل مجدہ کا ہاتھ صاف نظر آرہا تھا عرب قوم پرستی کے طویل ڈرامے کا آخری سین شتیلا اور صبرہ کیمپوں میں عیسائیوں کے ہاتھوں فلسطینیوں کا گھناؤنا قتل عام تھا اور اس پر ستم ظریفی یہ کہ اسرائیلی مناخم بیگن نے یہ طعنہ دیا کہ دنیا والو دیکھ لو یہ ہم نہیں بلکہ عربوں نے اپنے عرب بھائیوں کو قتل کیا ہے بے شک مسلمانوں کے پاس کوئی اختیار و انتخاب نہیں ماسوائے اس کے وہ اسلامی راستے پر گامزن ہوں نہ

صرف ظاہری طور پر بلکہ حقیقی طور پر میرے ذہن میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ ہمارا کوئی بھی غیر اسلامی منصوبہ کتنا ہی اچھا اور قابل عمل کیوں نہ ہو ماضی کی طرح مستقبل میں بھی ناکام ہو جائے گا بہرحال اس کا یہ مطلب نہیں کہ کوئی بھی جعلی منصوبہ اسلامی نظام کے ساتھ کامیابی سے ہمکنار ہو سکے گا۔ ان تمام تحریکوں کا جو ذاتی گروہی یا قومی مفاد پر مبنی ہیں منطقی نتیجہ الجھنوں اور تنازعات کے سوا کچھ نہیں۔ اسی طرح بہت سی اسلامی جماعتیں جو کہ اپنی اپنی قیادتوں کے ذاتی مفادات پر مبنی ہیں ماسوائے اس دنیا اور آخرت کی ذلت کے اور کچھ نہ حاصل کر سکیں گی کسی بھی مسلمان ملک میں سیاسی تحریک صرف اور صرف اللہ جل مجدہ کے لیے (فی سبیل اللہ) ہونی چاہیے۔

ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ چونکہ اسلام اللہ تعالیٰ کا آخری پیغام ہے اس لیے مستقبل کا مذہب ہے اس لیے مسلمانوں کا کام صرف یہ تو نہیں کہ ماضی کو سینے سے لگا کر بیٹھے رہیں بلکہ ان کا کام تو یہ ہے کہ اسلام کی روح کو سمجھتے ہوئے اپنے آپکو مستقبل کی ناگہانی مبارزت طلبیوں کے لیے تیار رکھیں۔ بے شک قرآن مجید ہی اسلامی قوانین کا فیصلہ کن ماخذ ہے اور حضور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ ایک زندہ و تابندہ قرآن کے مانند تھی۔ تاہم چونکہ قرآن پاک انسان کے لیے ایک فیصلہ کن پیغام ہے اس لیے اس پر ایک مسلسل اجتہاد کی ضرورت ہے جسے پڑھے لکھے زعما کی حمایت حاصل ہو تاکہ اس کی روشنی میں ہر مکان و زمان کے لیے اسلامی قوانین بنائے جا سکیں۔ ماضی کے عظیم فقہاء کی قانونی تشریحات و توضیحات بطور حوالہ جات کے پیش کی جا سکتی ہیں مگر انہیں ایک فیصلہ کن درجہ نہیں دیا جا سکتا کیونکہ یہ درجہ تو صرف قرآن حکیم کے لیے ہے۔ کسی اور چیز کو یہ درجہ دینا تو بہت بڑا شرک ہو گا۔ بے شک اس قول کی صداقت ہر سچے مسلمان کے لیے روز روشن کی طرح عیاں ہے مگر پھر بھی بہت سارے مسلمان اجتہاد کے دروازے کھولنے کی مخالفت کریں گے اس ڈر کے پیش نظر کہ اگر یہ راستے کھول دیئے گئے تو پھر دشمنان اسلام کے لیے بھی رستے کھل جائیں گے۔ تاہم میں انہیں یقین دہانی کراتا ہوں کہ انہیں اس قسم کا کوئی خوف نہیں ہونا چاہیے اور اس طرح اسلام کے چھپے ہوئے دشمن بھی آشکار ہو جائیں گے۔ بہرحال ہمیں آج کے خوف سے کل کی امیدوں پر پانی نہیں پھیرنا چاہیے۔

اگر ہم مسلمان واقعی اللہ تعالیٰ کی واحدنیت کو عار بنا لیتے تو دنیا کو ہمارا ایک ہی چہرہ نظر آتا مگر ہم نے دنیا کو اتنے مختلف چہرے دکھائے ہیں کہ ہم اپنی متفقہ اسلامی جہت کھو بیٹھے ہیں اگرچہ ہم اللہ تعالیٰ کی واحدنیت کا بڑے زور و شور سے اقرار کرتے ہیں مگر ہماری آستینوں میں بہت سے بت چھپے ہوئے ہیں۔ مسلم قومیت کے ساتھ مشکل یہ ہے کہ اس کے پاس ذاتی فریب کاری کی بہت صلاحیت ہے ہر گروہ شاید غیر ارادی طور پر اپنے اپنے مفادات اسلام کے مفادات کے ساتھ خلط ملط کرتا رہتا ہے۔ اسلام کا راستہ جو کہ صلح، انصاف، مساوات اور فلاح و بہبود کا راستہ ہے قرآن حکیم میں واضح طور پر بتا دیا گیا ہے اور اس کی ایک زندہ مثال حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ ہے۔ لیکن صرف صدق اخلاق ہی ہمارے قرآنی مطالعہ کو فرقان (صحیح اور غلط کا معیار) کے طرف لے جا سکتا ہے۔ صدق اور اخلاص کے بغیر قرآن کریم ہمارے لئے پردہ بن جائے گا اور ہم ادھر ادھر بھٹکتے پھریں گے اور اپنی زندگیاں ایک ادھوری جستجو کے تعاقب میں اور ایک غیر کامل شے کو کامل تصور کرتے ہوئے ضائع کر دیں گے۔ ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ ہم پاکستان کو اسلام کا قلعہ اسی صورت میں بنا سکتے ہیں جب ہم سب بذات خود اسلام کے قلعے بن جائیں نہ صرف ظاہری طور پر بلکہ باطنی طور پر بھی اپنے دلوں میں یہ یقین رکھتے ہوئے کہ آخری علم اللہ تعالیٰ کا خوف ہے۔

انتخابی دنگل یا آفاقی جوا؟

چوہدری رحمت علی

یہ تسلیم کئے بغیر کوئی چارہ نہیں کہ ہمارے ہاں کا مروجہ طریق انتخابات غیر شرعی' غیر اسلامی اور غیر اخلاقی ہے۔ یہ طرز واردات و انتخابات غیر مسلموں نے اپنی ضروریات کو مد نظر رکھ کر وضع کیا تھا اسے تیار کرتے وقت قرآن و سنت سے استفادہ نہیں کیا گیا' نتیجتاً" اسے بما انزل اللہ سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ مروجہ انتخابی قوانین پہلے پہل ہمارے ہاں ۱۹۱۱ء کی منٹو مورلے ریفارمز کے تحت ڈسٹرکٹ بورڈوں کے لیے وضع کئے گئے پھر ۱۹۲۱ء میں مونٹیگو چیمسفورڈ اصلاحات کے نام پر صوبائی کونسلوں کے لئے نافذ کئے گئے۔ یہی قواعد اس گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء میں رہے جسے غیر مسلم ایوان میں تیار کیا گیا پھر قیام پاکستان سے آج تک ان قوانین میں سنجیدگی سے کوئی ردو بدل نہیں کیا گیا مضحکہ خیزی کی حد یہ ہے کہ وہ اظہار جنہوں نے یہ قوانین و ضوابط تیار کئے تھے وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ اپنی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے ہاں ان قوانین میں کئی تبدیلیاں لا چکے ہیں لیکن ایک ہم ہیں جو اتنے بے توفیق واقع ہوئے ہیں کہ ان قوانین و ضوابط کو اپنی اقدار کے مطابق آج تک نہیں ڈھال سکے نتیجہ کے طور پر ہم ایک غیر شرعی طرز انتخابات کو یوں بے حیل و حجت اختیار کئے ہوئے ہیں جیسے ان کو قرآن و سنت سے اخذ کیا گیا ہو اس میں کیا شک ہے کہ اسلام عہدوں کے لیے ایسے افراد کو نا اہل قرار دیتا ہے جو خود ان عہدوں کے لیے امیدوار بن کر میدان میں اتر آئیں جب کہ مروجہ طرز انتخابات میں امیدوار بن کر ایک جان لیوا انتخابی مہم سے گذرنا پڑتا ہے پوری زندگی اکٹھی کی ہوئی پونجی پانی کی طرح بہانا پڑتی ہے اپنے علاوہ رشتے دار' لواحقین دوست احباب سب کے سب مہینوں کام کاج چھوڑ کر ووٹروں کا تعاقب کرتے ہیں دن کے سکون اور راتوں کی نیند کو داؤ پر لگا دیا جاتا ہے۔ لالچ تعصب برادری وغیرہ کے جذبات کو بھڑکایا جاتا ہے جھوٹی امیدیں دلائی جاتی ہیں بے بنیاد نعروں کا سہارا لیا جاتا ہے۔ غرضیکہ ہر اس داؤ ' دھوکا' مکرو فریب سے کام لیا جاتا ہے جو بالاخر کامیابی کا باعث ہو اس ایک وہن میں قرآن و سنت کی خواہ بیسوں خلاف ورزیاں ہوں کوئی مضائقہ نہیں۔

پھر مروجہ طریق انتخابات قرآنی معیار اہلیت کو جو ایمان (۵۵:۲۴) تقویٰ (۱۳:۴۹) صلاح (۵۵:۲۴) علم اور جسم (۲:۲۴۷) پر مشتمل ہے قطعاً" خاطر میں نہیں لاتا۔ س لیے کہ اس نظام انتخابات کے وضع کرنے والوں کے پاس کتاب و سنت کا خزانہ تھا ہی نہیں۔ نتیجہ کے طور پر اور تو اور الیکشن لڑنے کا تصور ہی غیر اسلامی ہے۔ اقتدار کی جنگ اسلام کی بنیادی تعلیمات کے منافی ہے۔ لہٰذا غیر شرعی مروجہ انتخابی مشن کو اختیار کرنے کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جو لوگ اس سے گذر کر اقتدار پر قابض ہوتے ہیں ان میں سے کم و بیش ننانوے فیصد اسلامی نقطہ نظر سے نا اہل ہوتے ہیں۔ شومئی قسمت یوں نا اہل لوگوں کو قیادت پر متمکن کر کے ہم ڈٹ کر اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی نافرمانی کرتے ہیں جسے قرآن نے بیان ہی حکما" کیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"مسلمانو! اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں (ذمہ دارانہ مناصب) اہل لوگوں کے سپرد کرو اللہ تمہیں کتنی عمدہ نصیحت کرتا ہے یقیناً اللہ سب کچھ سنتا اور دیکھتا ہے" (النساء : ۵۸)

پھر چونکہ نا اہل قیادت کا رخ کعبے کو ہوتا ہی نہیں لہٰذا وہ بسرعت ہمیں بھول بھلیوں میں لئے پھرتی ہے۔ جوں جوں نا اہل قیادت بظاہر پیش رفت کرتی ہے، ہماری مشکلات میں مسلسل اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ نتیجہ کے طور پر ۱۹۹۳ء کے پاکستانیوں کو دیکھیں تو ان کی حالت ۱۹۸۰ء کے پاکستانیوں سے بدتر ہے اور ۱۹۸۰ء کے پاکستانیوں کی حالت ۴۷-۱۹۴۶ء کے پاکستانیوں سے زیادہ دگرگوں محسوس ہوتی ہے۔ ۴۷-۱۹۴۶ء میں کفار و مشرکین کی گرفت ہم پر اس قدر مضبوط نہ تھی جتنی کہ آج ہے ایسا کیوں ہے؟ صرف اس لیے کہ ہم قسم کھائے ہوئے ہیں کہ ہر ایرے غیرے نتھو خیرے کے دیئے ہوئے ضابطے کی پیروی تو کرنی ہے، اگر نہیں کرنی تو قرآن و سنت کے ضابطوں کی۔

غور کریں کہ وہ انتخابی دنگل جو ہم اس وقت لڑ رہے ہیں اس میں اس بات کا اہتمام تو کیا گیا ہے کہ صوبائی اسمبلی کے امیدوار چھ لاکھ تک اور قومی اسمبلی کا امیدوار دس لاکھ تک خرچ کر سکتا ہے لیکن اگر اہتمام نہیں کیا گیا تو اس قرآنی معیار اہلیت کا جس کا اوپر ذکر ہوا۔ حیرانگی کی بلکہ افسوس کی بات تو یہ ہے کہ آئین پاکستان میں تو قرآنی معیار اہلیت کے پانچ اوصاف کا خواہ بے دلی اور بے ہنگمی ہی سے سہی، کم از کم ذکر موجود ہے لیکن مذکورہ اوصاف کو عملاً نافذ کرنے کا نہ ہمیں فکر ہے نہ اس کے لیے کوئی طریق کار وضع کیا گیا ہے انجام کار امیدواروں کے لیے وہ اوصاف جو آئین پاکستان میں مذکور ہیں عملاً غیر موثر ہو کر رہ گئے ہیں ہم نے ایمان کی صفت کو یوں غیر موثر کر دیا کہ غیر مسلم تک انتخابات میں حصہ لینے کے مستحق ٹھہرا دیئے۔ تقویٰ اور صلاح کے اوصاف کو یوں بے وقعت کر دیا کہ انتخابات میں امیدوار ہونا ان لوگوں کا استحقاق رہ گیا ہے جو ووٹ خرید سکتے ہیں۔ صفت "علم" کو جو قرآن و سنت کے علم اور حالات حاضرہ پر مشتمل ہے درخور اعتنا نہ سمجھا گیا ہماری اسمبلیوں میں جانے والوں کے لئے تعلیم کا کوئی معیار ہی مقرر نہیں انگوٹھا لگانے والے اور قرآن و سنت کی ابجد سے نا واقف ہماری اسمبلیوں میں جابراجمان ہوتے ہیں وصف "جسم" کو یوں غیر موثر کر دیا کہ عمر کی آخری حد جو ملازمین کے لیے تو مقرر ہے عوامی نمائندوں کے لیے مقرر ہی نہیں۔ چند ماہ پہلے تک ایک اسی بیاسی سالہ شخصیت ہمارے ہاں کرسی صدارت پر قابض تھی۔

ہمارے ہاں انتخابات میں حصہ لینے کا اگر کوئی معیار (CRITERION) رہ گیا ہے تو وہ ہے لکھ پتی ہونے کا سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہماری آبادی میں کتنے لکھ پتی ہیں؟ یاد رہے یہ لکھ پتی وہ نہیں جن کے بنے بنائے مکان، پلاٹ یا زمین کی قیمت وقت کے ساتھ ساتھ لاکھوں میں ہو گئی ہے بلکہ یہ وہ لاکھ پتی ہیں جن کے بینک بیلنس (Bank Deposits) لاکھوں میں ہوں۔ ہماری اطلاع کے مطابق اس وقت وہ حضرات جو بینک بیلنس کی بنا پر لکھ پتی ہیں کل آبادی کا تین فیصد ہیں ظاہر ہے اس تعداد میں وہ افراد بھی شامل ہیں جو ایک تا پانچ لاکھ والے لاکھ پتی ہیں۔ وہ حضرات جن کے بینک بیلنس چھ لاکھ یا اس سے زائد ہیں زیادہ سے زیادہ کل آبادی کا ایک فیصد ہیں۔ چونکہ الیکشن میں ایسے امیدوار بھی حصہ لیتے ہیں جو چھ لاکھ سے کم کے لاکھ پتی ہیں اور کچھ ایسے بھی ہیں جو چھ لاکھ سے کہیں زیادہ خرچ کر جاتے ہیں لہٰذا ان لوگوں کی تعداد جو سرکاری طور پر مقرر کردہ معیار سرمایہ کاری پر پورے اترتے ہیں اوسطاً" کل آبادی کا دو فیصد متصور کی جا سکتی ہے دوسرے لفظوں میں ہماری آبادی کا تقریباً" ۹۸ فیصد حصہ ایسا ہے جو مروجہ طریق انتخابات میں حصہ لینے کا اہل ہی نہیں ان اٹھانوے فیصد افراد میں خواہ کتنے ہی وہ حضرات موجود ہوں جو قرآن کے مقرر کردہ معیار اہلیت پر پورے اترتے ہوں، انتخابات میں حصہ لینے کے محض اس لئے اہل نہیں گردانے جاتے کہ وہ سرمایہ دار نہیں دوسرے لفظوں میں بات یہ بن گئی کہ اللہ تعالیٰ جن اوصاف کو اسلامی قیادت کے لیے ضروری قرار دیتا ہے مروجہ طریق انتخابات انہیں کوئی وقعت ہی نہیں دیتا اور جس وصف یعنی سرمایہ

داری کو قرآن خاطر میں ہی نہیں لاتا رائج الوقت نظام انتخابات اس ایک وصف کو ہی معیار اہلیت بنائے ہوئے ہے۔ بتایئے غیر شرعی کسے کہتے ہیں؟

سرداران بنی اسرائیل نے جب اپنے نبیؑ سے استدعا کی کہ ان کے لئے کسی کو لیڈر بنا دیا جائے تو نبیؑ نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے طالوت کو تمہارا لیڈر بنا دیا ہے یہ سنتے ہی سردار معا" بول اٹھے کہ طالوت کو ہمارا لیڈر کیسے بنا دیا گیا ہے' وہ تو کوئی سرمایہ دار آدمی نہیں نبیؑ نے کہا کہ اسے اس بنا پر تمہارا لیڈر بنا دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے تمہارے مقابلے میں بہتر علم اور جسم دے رکھا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے دو ٹوک فرما دیا کہ ہمارے ہاں سرمایہ دار ہونا قیادت کے لیے سرے سے کوئی معیار ہی نہیں قرآن میں آیا۔

ان کے نبیؑ نے ان سے کہا کہ اللہ نے طالوت کو تمہارے لئے بادشاہ مقرر کیا ہے یہ سن کر وہ (سرداران بنی اسرائیل) بولے ہم پر بادشاہ بننے کا وہ کیسے حق دار ہو گیا؟ اس کے مقابلے میں ابادشاہی کے ہم زیادہ مستحق ہیں۔ وہ تو کوئی بڑا مالدار آدمی نہیں ہے"۔ نبی نے جواب دیا "اللہ نے تمہارے مقابلے میں اسی کو منتخب کیا ہے اور اس کو علمی و جسمانی دونوں قسم کی اہلیت وافر عطا فرمائی ہیں اور اللہ کو اختیار ہے کہ اپنا ملک جسے چاہے دے۔ اللہ بڑی وسعت والا بڑے علم والا ہے" (البقرہ:۲۴۷) ایک اور پہلو سے جائزہ لیں تو مروجہ طریق انتخابات عالمی پیمانے کی قمار بازی ہے۔ آپ نے کبھی غور فرمایا کہ جوا ہے کیا؟ فقہی طور پر جوا یہ ہے کہ کچھ افراد اس کھیل میں اپنے اپنے حصہ کی رقم لگاتے ہیں ان میں سے ایک کھلاڑی محض پانسے کے الٹ پلٹ کی بنا پر تمام لگائی ہوئی رقم لے کر چلتا بنتا ہے' باقی تمام جوئے باز ہاتھ ملتے رہ جاتے ہیں۔ پھر قمار بازی کا نشہ ایسا ہوتا ہے کہ جو ہارتے ہیں وہ واپس لوٹ کر اپنے مزید اثاثے اونے پونے بیچ کر پھر آ دھمکتے ہیں اور جیتنے والے کو پھر کھیلنے کے لیے آمادہ کرتے ہیں۔ جیتنے والا کچھ عرصہ پس و پیش کرتا ہے لیکن آخر کب تک اس کا نفس پھر اسے پٹی پڑھاتا ہے کہ چلو کھیل لو' شاید پھر داؤ لگ جائے۔ اس طرح یہ غیر شرعی دھندا جاری رہتا ہے حتیٰ کہ قمار باز اپنا تمام کچھ برباد کر دیتے ہیں' بعض اوقات انتخابات میں یہی قمار بازی روز روشن میں' وسیع پیمانے پر حکومت وقت کے ایماء و نگرانی میں کھیلی جاتی ہے۔ مثلاً قومی اسمبلی کے ایک حلقہ میں اگر پانچ امیدوار کھڑے ہوتے ہیں تو ان میں سے ہر ایک کو دس لاکھ روپے تک خرچ کرنے کی اجازت ہے۔ کچھ امیدوار اس مقرر کردہ حد سے کم اور کچھ زیادہ خرچ کر جاتے ہیں اوسطاً" اگر فی امیدوار دس لاکھ ہی فرض کر لیا جائے تو کل پچاس لاکھ کی سرمایہ کاری ہوتی ہے۔ اتنی سرمایہ کاری کرنے سے ایک امیدوار کامیاب ہوتا ہے' باقی چار ہاتھ ملتے رہ جاتے ہیں۔ پھر یہی نہیں۔ جو ہار جاتے ہیں وہ جیتنے والے کو چین نہیں لینے دیتے ادھر ادھر سے سرمایہ اکٹھا کر کے تمام حلقہ جات کے ہارنے والے جیتنے والوں کے درپے ہو جاتے ہیں کہ آؤ پھر کھیلیں جیتنے والے چونکہ اس دوران حکومتی کرسیوں کا بھی مزا لے چکے ہوتے ہیں لہٰذا وہ باسانی دوبارہ کھیلنے پر آمادہ نہیں ہوتے۔ تاہم ہارنے والوں کا اصرار بڑھتا ہی چلا جاتا ہے۔ وہ ہڑتالیں کرتے ہیں' لانگ مارچ کا سہارا لیتے ہیں' پھر بھی بات نہ بنے تو کسی امریکہ بہادر کو بیچ میں ڈال لیتے ہیں چار و ناچار جوا پھر کھیلا جاتا ہے۔ جو ابھی وہ جو منصفانہ' غیر جانبدارانہ' آزادانہ اور شفاف ہو۔ اوصاف کی اتنی لمبی چوڑی گردان بھی محض جوئے کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لئے کی جاتی ہے ورنہ ظاہر ہے منصفانہ انتخابات ہوتے ہی وہ ہیں جو آزادانہ غیر جانبدارانہ اور شفاف بھی ہوں۔

چشم فلک حیران و ششدر ہے کہ یہ منصفانہ' غیر جانبدارانہ' آزادانہ اور شفاف ماحول کن کے لیے پیدا کیا جاتا ہے؟ اربوں روپیہ کیوں خرچ کیا جاتا ہے؟ غیر جانبدارانہ حکومت کیوں قائم کی جاتی ہے؟ ملازمین کے وسیع پیمانے پر تبادلے کیوں کئے جاتے ہیں؟ ملازمین کے بچوں کی پڑھائی کو کیوں داؤ پر لگایا جاتا ہے؟ مہینوں

لوگوں کے کاروبار کیوں ٹھپ کیے جاتے ہیں؟ چلتے ہوئے نظام کو کیوں بریک لگائی جاتی ہے؟ رواں دواں منصوبہ جات کو کیوں التواء میں ڈالا جاتا ہے؟ گلی محلے میں یہ ہول پکار اور شور و شر کیوں برپا کیا جاتا ہے؟ عدلیہ اور فوج کو کیوں زحمت دی جاتی ہے؟ صرف اور صرف ایسی اسٹیج تیار کرنے کے لیے کہ تمام قمار باز جی بھر کر جوئے سے لطف اندوز ہوں سوختہ بختی چند ٹکے لگا کر جوا کھیلنے والوں کو تو پولیس دھر لیتی ہے ان آفاقی جوئے بازوں کو حکومتی سطح پر ہر سہولت بہم پہنچائی جاتی ہے جو قوم کا خون چوس کر بینکوں سے اربوں روپے ہتھیا کر بڑے کروفر سے قمار بازی کے لیے آدھمکتے ہیں سرا نگندیم ! ان عالمی اور آفاقی قمار بازوں پر کوئی فتویٰ بھی نہیں لگتا کیوں؟ اس لیے کہ فتویٰ لگانے والے خود اسی بدرو میں بہتے نظر آتے ہیں۔ دین کے علمبردار' نفاذ اسلام کے داعی' نظام مصطفیٰ کی رٹ لگانے والے بے دینی کے راستہ سے دین کو قائم کرنے کی کوشش میں سرگرداں دیکھے جاتے ہیں۔

دین کے کسی دعوے دار کو یہ توفیق نہ ہوئی کہ اغیار کے تیار کردہ اس طریق انتخابات میں چھلانگ لگانے سے پہلے اسے "مسلم" تو کر لیتا۔ سی مورلے اور چیمسفورڈ کے تیار کردہ طریق انتخابات کو یوں سمجھ لیا گیا جیسے "بما انزل اللہ" ہو۔

یہ جاننے کے لیے کیا کسی ارسطو کے دماغ کی ضرورت ہے کہ مروجہ انتخابات تو وسیع پیمانے پر رشوت کا دہندا بھی ہے ان میں نہ صرف ووٹوں کی خرید و فروخت ہوتی ہے۔ بعض اوقات تو بھاری رقوم دے دلا کر مد مقابل امیدواروں کو اپنے حق میں دست بردار کرا دیا جاتا ہے۔ حکمرانی کے سابقہ ادوار میں دوسروں کو اپنے ساتھ رکھنے کے لیے پلاٹ الاٹ کیے جاتے ہیں پرمٹوں سے نوازا جاتا ہے۔ بینکوں کے در واہ کر دیئے جاتے ہیں۔ اربوں کے قرضے معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ غیر قانونی تعیناتیاں ترقیاں اور تبادلے کیے جاتے ہیں اور تو اور بیرون ملک سیر سپاٹوں اور علاج پر کروڑوں روپیہ برباد کر دیا جاتا ہے۔ بہت ہی لوہے کا چنا اور ہٹ دھرم واقع ہو تو اسے اغوا بلکہ بعض اوقات قتل ہی کروا دیا جاتا ہے۔ اے کاش کس قدر غیر شرعی غیر اسلامی اور غیر اخلاقی کھیل ہے یہ جو ہم بظاہر معصومیت میں انتخابات کے نام پر کھیل رہے ہیں۔

ہماری اس دیدہ دلیر روش کا نتیجہ وہی' جیسے کہ اوپر ذکر ہوا جوں جوں ہم آگے بڑھ رہے ہیں ہماری مشکلات میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ ایسا ہونا فطری اور ناگزیر ہے اس لیے کہ ہمارا سفر ہی کعبے کو نہیں۔ ہم دیدہ دانستہ غلط سمت میں رواں دواں ہیں' اس کار سوار کی طرح جو صبح لاہور سے اس عزم کے ساتھ روانہ ہوا کہ سہ پہر اسلام آباد پہنچ جائے گا لیکن شاہدرہ سے جی ٹی روڈ چھوڑ کر جب کسی دھن میں کچی سڑک پر چل نکلا تو جوں جوں آگے بڑھا اس کی مشکلات میں اضافہ ہی ہوتا چلا گیا تاہم وہ پگلا ہر مشکل پر مقامی مزاحمت کو ہی قصوروار گردانتا رہا نہ مانا کہ اس نے حماقت اس وقت کی تھی جب پکی شاہراہ کو چھوڑ کر کسی بیہودہ دھن میں کچے راستے پر چل نکلے تھے ہے کوئی اسلام والا' مسلمان کے سے نام سے پکارا جانے والا جو اس بھرے ملک میں جسے لیا ہی اسلام کے نام پر گیا تھا مان لے کہ وہ غلط جا رہا ہے خود بھٹکا ہوا ہے' دوسروں کو پریشان کیے ہوئے ہے اپنے رب کی یہ مسلسل نافرمانی آخر کب تک؟ مالک کون و مکاں کے حضور کیا پیش نہیں ہونا؟

اگر ایمان عزیز ہو، اور اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنا مقصود ہو تو معقولیت کا تقاضا یہی ہے کہ آدمی کسی معالج روحانی کو تلاش کرے کیونکہ روحانی طبیب کے بغیر صحت اور تزکیۂ باطن اور تعلق مع اللہ پیدا ہونا محال ہے۔

سوال آپ کا
جواب شیخ المکرم کا

سوال : انتظامی امور کے متعلق ہیں کہ ناظم اعلیٰ نے لاہور شہر کو مختلف حلقوں میں تقسیم فرما کر مرکزی ذکر جو ہے ماہانہ وہ اوسیہ سوسائٹی کے مرکز میں کرنے کا حکم دیا ہے۔

جواب : یہ ناظم اعلیٰ نے خود نہیں دیا یہ میں نے انہیں کہا تھا کہ جب آپ نے ایک مرکز بنایا ہے اور اسے مسلسل بنا رہے ہیں اور مجھے بھی جب فرصت ملتی ہے یہاں آتا ہوں یہیں ٹھہرتا ہوں تو مرکزی ذکر آپ کا مہینے کا جو ہوتا ہے اجتماعی اسے یہاں رکھ لیں اور میرے خیال میں اب جب آپ کی جماعت کا اتنا بڑا مرکز ہے تو کسی دوسری جگہ مرکز ذکر رکھنے کا کوئی تک نہیں بنتا تو جہاں پہلے ہوتا تھا وہ غالباً ویسے تو حلقہ ذکر ہو گا ہی اسے ختم تو نہیں کیا گیا جہاں جہاں ذکر ہوتے ہیں وہاں ہوتے ہی رہیں گے لیکن جو مرکزی ہے اور اجتماعی ہوتا ہے جس میں سارے لوگ ہوتے ہیں تو میں نے اس لیے کہا تھا کہ اگر میں یہاں ہوں اور ملک سے باہر نہ ہوں تو پھر جو ماہانہ ذکر کا ایک دن ہوتا ہے وہ میں ویسے بھی لاہور اٹینڈ کر لیا کروں گا اس لیے میں نے انہیں کہا تھا کہ آپ مرکزی ماہانہ ذکر اس مرکز اوسیہ میں لے آئیں تاکہ اگر مجھے فرصت ہو تو میں بھی اس میں حاضر ہو جایا کروں تو ویسے بھی جب جماعت کا اپنا اتنا بڑا مرکز اور مسجد بن رہی ہے اب وہاں تک ویگنیں بھی آتی جاتی ہیں جن کے پاس موٹر ہے ان کے لیے کوئی مسئلہ نہیں جن کے پاس موٹر نہیں ان کے لیے کنوینس کا بھی کوئی پرابلم نہیں کیونکہ اب وہاں موٹریں ویگنیں آتی جاتی ہیں تو وہ ناظم اعلیٰ کی نہیں وہ تو میں نے ناظم اعلیٰ سے کہا تھا ناظم اعلیٰ بھی از خود کچھ نہیں کر سکتے جو بھی تبدیلی ہوتی ہے اس کے لیے انہیں مجھے بتانا پڑتا ہے اور جو کام بھی کیا جاتا ہے اس میں کوئی نہ کوئی فائدہ مدنظر ہوتا ہے یا اس میں کوئی نہ کوئی افادیت ہوتی ہے خواہ مخواہ تبدیلیوں کا کرنا تو کوئی سود مند بھی نہیں ہوتا۔

تو یہ چند ذمہ دار احباب سابقہ مرکز میں آنے کی دعوت دیتے ہیں یہ بات مجھے سمجھ نہیں آئی یا پھر انہیں جو کہتے ہیں انہیں یہ خبر نہیں ہو گی انہوں نے سمجھا ہو گا کہ کرنل صاحب نے از خود کہہ دیا ہے شاید وہاں ان کی کوئی معتبری ہوتی ہو گی اس پر زد پڑتی ہو گی اور تو کچھ سمجھ نہیں آتی۔ اصل مصیبت یہ ہوتی ہے کہ نفس بھی رہتا ہے انسان کے ساتھ اور شیطان بھی رہتا ہے تو دین کے کام میں سب سے بڑی جو خطرے والی بات ہوتی ہے یہ ہوتی ہے کہ آدمی کی توجہ عظمت الٰہی سے ہٹ کر اپنی بڑائی پہ آ جاتی ہے اور وہ سمجھتا بھی نہیں تو یہ اس قسم کی جو تبدیلیاں ہیں یہ ان سے اس کی اصلاح بھی ہوتی رہتی ہے صحابہ کرام میں ایک بات عام ہو گئی تھی کہ جس جنگ میں بھی حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں وہاں شکست نہیں ہوتی اور ہوا بھی ایسے کہ انہوں نے ایک سو اٹھائیس جنگیں لڑیں اور سب میں فاتح رہے خواہ کیسے بھی حالات تھے تو سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عین میدان جنگ میں خلیفہ نامزد ہوتے ہی سب سے پہلا کام یہ کیا کہ انہیں معزول کر دیا فوج کی کمان سے انہوں نے کہا کہ ہم اس لیے نہیں لڑ رہے کہ خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہرت سے لوگ وابستہ ہو جائیں فتح دینا اللہ کا کام ہے اور ہم اس کے لیے لڑ رہے ہیں خالدؓ

نہیں ہو گا تو بھی فتح ہو گی۔ تو انہوں نے صرف اس لیے انہیں لشکر کی سالاری سے ہٹا دیا ان کی جگہ دوسرا بندہ مقرر کر دیا۔ وہ حکم جب پہنچا تو اس وقت لڑائی زوروں پر تھی اور عین میدان کار زار میں حکم پہنچا تو انہوں نے پوچھا کہ مجھے جرنل شپ سے ہٹا دیا ہے بحیثیت سپاہی لڑ سکتا ہوں یا لڑنے کی ممانعت ہے فرمایا نہیں آپؓ بحیثیت سپاہی لڑ سکتے ہیں تو کوئی مسئلہ ہی نہیں میں کوئی اپنی جرنل شپ کے لیے تو نہیں لڑ رہا ہوں میں تو اللہ کے لیے لڑ رہا ہوں اور اگر کمان کسی اور کو دینی ہے تو وہ کمان اسے دے دو اور مجھے لڑنے سے تو نہ روکا۔ فرمایا نہیں تو اسی میدان میں اسی لمحے ایک شخص جو کمانڈر تھا وہ سپاہی بن گیا اور دوسرا کمانڈر بن گیا لڑائی میں کوئی فرق نہیں آیا فتح بھی اللہ نے دی اور وہ جو کام تھا وہ بھی جاری رہا تو ان چیزوں کی ویسے ضرورت بھی رہتی ہے اگر واقعی کچھ لوگوں کو اس سے یہ کوفت ہوئی ہے تو پھر اس کا مطلب ہے کہ ہم نے تو قدرتی کیا لیکن اس کی ضرورت تھی کرایا تو اللہ کریم نے تو شاید اسی لیے کرایا کہ کچھ ساتھیوں میں کچھ اپنی بڑائی کا احساس آ رہا تھا اللہ کریم نے اس میں تبدیلی کرا دی یہ ان کے حق میں بھی بہتر ہے تو ان تک بھی آپ میری بات پہنچا دیں کہ اس میں کسی کی ذات کی بڑائی جو ہے وہ مقصود نہیں بلکہ مقصد اللہ کریم کی بڑائی سے آشنا ہونا اور دوسروں کو بھی آشنا کرنا ہے تو مرکز ذکر کی تبدیلی میں میرا جو ارادہ تھا وہ یہ تھا کہ پہلی بات یہ ہے کہ مرکز جب اپنا بن گیا تو اسے آباد ہونا چاہیے دوسری یہ ہے کہ میں یہ چاہتا تھا کہ مہینے میں ایک آدھ دن اگر میں ملک میں ہوں تو میں بھی آپ کے ساتھ ذکر میں شامل ہو جایا کروں اگر ایک دن کے لیے بھی جاؤں تو پھر سب ساتھیوں سے ملاقات ہو جائے گی اور ذکر میں شمولیت بھی ہو جائے گی وہ جو مرکز ہے وہ بہت گنجان ایریا میں اور بہت اندر اور سوسائٹی سے بہت دور ہے اگر آدمی جا کر سوسائٹی میں ٹھہرے وہاں تک پہنچنا ہی دشوار کام ہے یہاں سے سوسائٹی جانا آسان ہے اور وہاں سے اندر لاہور جانا بہت مشکل ہو جاتا ہے اس لیے جس طرح کہا گیا ہے انتظام آئندہ انشاء اللہ اسی طرح ہو گا۔

سوال: ذکر قلبی جس میں کوئی لمحہ غفلت واقعہ نہیں ہوتی لطیفہ قلب ہونے سے حاصل ہو جاتا ہے یا سلوک کے کونسے سبق میں ذکر دوام نصیب ہوتا ہے جب کہ سالک اپنی فیلڈ میں کام کر رہا ہو اور عمداً ذکر کی طرف متوجہ نہ ہو۔

جواب: اگر لطیفہ قلب جاری ہو جائے اور بفضل اللہ ایک توجہ میں ہو جاتا ہے تو ذکر میں غفلت نہیں آتی قلب ذکر کرتا ہی رہتا ہے اس کی جو قوت ہے س کی فریکونسی الگ ہوتی ہے کہ شروع میں وہ بہت تھوڑی ہے محسوس نہیں ہوتی پھر ذرہ مضبوط ہو جاتی ہے اور مضبوط ہو جاتی ہے اور مضبوط حتیٰ کہ ایک ایسے درجے پر پہنچ جاتی ہے کہ آدمی عمداً متوجہ ہو نہ ہو اس کے جو فزیکل اس کا جو دماغ ہے مادی دماغ جو ہے اس میں سے بھی پھر اللہ کی یاد نکلتی نہیں وہ اس میں اتنا مضبوطی سے جڑ جاتا ہے کہ کام خواہ دنیا کا ہی کر رہا ہو عمداً متوجہ نہ بھی ہو تو بھی عظمت الٰہی جو ہے وہ اس سے اوجھل نہیں ہوتی لیکن اگر اس درجے کو نہ پہنچے تو جیسے ہی لطیفہ قلب جاری ہو جائے تو ذکر منقطع نہیں ہوتا۔

یہاں ایک بزرگ ہوتے تھے حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے پاس تشریف لائے تو بوڑھے سے آدمی تھے اور غریب آدمی تھے اور مزدور آدمی تھے تو انہیں حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے لطائف کرا دیئے اور وہ بالکل ضعیف آدمی تھے تو کبھی کبھی ملاقات ہوتی ان سے میری نور پور سے پیدل سیتھی تک مجھے بھی جانا ہوتا تا تو وہ پیدل میرے ساتھ تین چار فرلانگ چل پڑتے جب میں گاؤں کے قریب پہنچتا تو کہتے بس میں واپس جا رہا ہوں ٹھیک ہے بھئی تو ساتھ چلتے چلتے اپنے لطائف کرتے رہتے تھے وہ تین چار فرلانگ ساتھ چل کر کہتے تھے میرا مسئلہ حل ہو گیا تو کوئی سال ڈیڑھ بعد ان کی وفات ہو گئی ہم تین چار ساتھی تھے یہاں اور رات دن ذکر کا پروگرام رہتا تھا تو ان کے جنازے میں جانے کا اتفاق ہوا انہیں

وقت بھی تھوڑا ہوا تھا توجہ بھی لطائف ہی پر دی تھی تو دور سے ان کا جنازہ نکلتے دیکھا تو ایسے پتہ چلتا تھا کہ ایک شعلہ ہے جو بہت بلندی تک جا رہا ہے ذکر جو ہے وہ لطائف کا وہ موت سے بھی ختم نہیں ہوتا وہ مسلسل اپنا کام کرتے رہتے ہیں بدن کے ذرات ذاکر ہو جاتے ہیں CELL سیل ذاکر ہو جاتے ہیں اور ایسے لوگ جہاں دفن ہوتے ہیں اس قبر کا نشان بھی ملتا رہتا ہے دیکھیں تو وہاں سے مسلسل ذکر کے انوارات جو ہیں وہ اٹھتے رہتے ہیں یہ اور بات ہے کہ اس کی جو طاقت ہے وہ بڑھتی ہی رہتی ہے جسے آپ فریکونسی کہہ سکتے ہیں کہ اس میں وہ جتنا وقت مل جائے جتنی محنت ہو جائے وہ بڑھتی رہتی ہے۔

ایک دو صحابی اکٹھے مسلمان ہوئے اور ایک کا وصال ہو گیا دوسرے کا کچھ عرصہ بعد وصال ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ یہ دونوں مسلمان تو اکٹھے ہوئے تھے بڑی جلدی جلدی ان کا وصال بھی ہو گیا تو ان دونوں میں سے سبقت کون لے گیا فرمایا جو کچھ دن بعد فوت ہوا یعنی اسے کچھ دن بعد مزید عمل کرنے کی مہلت مل گئی تو وہ تو عمل پر ہوتی ہے جتنا کوئی مجاہدہ کرتا ہے جتنا کوئی لطائف پہ زور لگاتا ہے جتنا ذکر کرتا ہے اتنی اس کی طاقت بڑھتی جاتی ہے اتنے اس کے اثرات بڑھتے جاتے ہیں عملی زندگی پر سوچ پر ارادوں پر اللہ جل شانہ کی حضوری پر لیکن محروم وہ بھی نہیں ہوتا جسے ایک توجہ نصیب ہو جائے۔

سوال: دوسرا جزو ہے اس سوال کا کہ جس فیلڈ میں کام کر رہا ہو آدمی وہ شریعت مطہرہ کے مطابق ہو تو اس کام میں توجہ رکھے یا عمداً" ذکر کی طرف متوجہ ہونا بھی ضروری ہے؟

جواب: کام کے وقت کام میں متوجہ ہونا ضروری ہے ذکر کا نظام ایسا ہے کہ جو ذکر کے اوقات ہیں تو جب آپ فارغ ہوں تو عمداً" اس کی طرف متوجہ ہو جائیں آپ عمداً" متوجہ نہ ہوں تو یہ از خود آپ کو اپنی طرف متوجہ کئے رکھے گا کام کے وقت پوری توجہ کام کو دینی چاہیے اور ذکر میں ایک کمال یہ بھی ہوتا ہے کہ اس سے کام کرنے کی قوت بھی آ جاتی ہے اور کام کو سمجھنے کی استعداد بھی بڑھتی ہے یہ جو انوارات الٰہی ہوتے ہیں یہ دماغی قوتوں کو بھی بڑھاتے ہیں جسمانی قوتوں کو بھی بڑھاتے ہیں قوت برداشت کو بھی بڑھاتے ہیں ذاکر غیر ذاکر کی نسبت زیادہ کام کر سکتا ہے تھوڑے وقت میں زیادہ کام کر سکتا ہے زیادہ دیر تک کام کر سکتا ہے اور زیادہ دانائی سے کام کر سکتا ہے۔

ذکر کی طرف متوجہ ہونا تب ہی ضروری ہے جب آپ کوئی کام نہ کر رہے ہوں فارغ ہوں تو پوری طرح متوجہ ہو کر ذکر کر لیں اگر کام کر رہے ہیں تو اپنی پوری توجہ کام میں رکھیں یہ کام جو ہے یہ اس کو مانع نہیں ہے بلکہ یہ ذکر قلبی کیا اسی لیے جاتا ہے کہ اگر ذکر ہی مسلسل کرنا ہو کام میں تو پھر ذکر لسانی بھی کرتا رہے آدمی تو اس میں انقطاع نہیں آتا ذکر لسانی میں بھی رکاوٹ تب ہی آتی ہے کہ آپ کام میں لگ گئے ذکر چھوٹ گیا سو گئے تو ذکر چھوٹ گیا تو ذکر قلبی جو ہے یہ از خود سونے والے کا بھی جاری رہتا ہے کام کرنے والے کا بھی جاری رہتا ہے اور اس کے اثرات جو ہیں وہ کام میں بھی اور عمل میں بھی محسوس ہوتے رہتے ہیں۔

جہاں تک انتظامی امور کا تعلق ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اپنے امیر کی اطاعت کرو خواہ کوئی بھی تم پر مقرر کر دیا جائے۔ تو انتظامی امور میں ضروری ہوتا ہے کہ جو بھی امیر مقرر کیا گیا اس کے ساتھ تعاون کیا جائے یہ الگ بات ہے کہ بعض لوگوں کو اختلاف اس لیے نہیں ہوتا کہ وہ محض اختلاف کرنا چاہتے ہیں ان کی رائے میں بھی کوئی اہمیت کوئی وزن ہوتا ہے کوئی بات ہوتی ہے تو وہ بات اختلاف سے طے نہیں ہوتی اگر کوئی سمجھتا ہے کہ اس کے خلاف والی رائے بہتر ہے تو جب تک وہ اپنی بات نہیں کرتا اپنی بات سمجھاتا نہیں یا اس پر اسے بھی چاہیے کہ وہ آ کر بتائے خط لکھ دے بتائے کہ اس میں یہ نفع ہے یہ نقصان ہے میری رائے اس طرح ہے اگر اس رائے میں وزن ہو گا تو اسے

مانتے میں کوئی اعتراض نہیں لیکن اگر وہ نہیں مانی جاتی یا جب تک وہ اپنی رائے پیش نہیں کر دیتا تب تک اسے اختلاف کرنے کا حق حاصل نہیں اسے بات ماننا ہو گی کام ویسے ہی کرنا ہو گا کام میں اختلاف نہیں ہو گا اس کی رائے ممکن ہے اس سے زیادہ بہتر ہو وہ اپنی رائے پیش کرے اس پر اپنی دلیل پیش کرے ممکن ہے وہ زیادہ نفع مند ہو تو ہم سب اس بات پہ چل پڑیں گے لیکن جب تک وہ اپنی بات پیش نہیں کرتا یا منواتا نہیں تب تک اسے بات ماننا ہو گا چونکہ اسلام کی بنیاد جو ہے یہ ڈسپلن پر ہے انتہائی مشکل وقت میں جب ابھی نمازیں بھی فرض نہیں تھی اور صرف کلمہ توحید ہی سارا اسلام تھا چند لوگ مسلمان ہوئے تھے اس وقت بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا تھا کہ کسی بھی کام میں ایک شخص امیر ہو گا اور دوسرے اس کی بات مانیں گے کسی سمت باہر نکلتے ہو تو بھی سب جو ہیں اپنی اپنی نہیں کریں گے بلکہ ایک امیر ہو گا دوسرے اس کی بات مانیں گے کوئی کام کرتے ہو کسی سمت جاتے ہو تو اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اگر شہر سے باہر نکلے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شہر کو امیر کے بغیر نہیں چھوڑا کسی نہ کسی صحابی کو اس پر امیر مقرر فرمایا ان ساری عبادات کو دیکھیں ان میں اللہ کریم نے اوقات طریقہ' پھر امام کی اتباع یہ ساری چیزیں ایسی رکھی ہیں کہ اگر امام سے کوئی شخص تجاوز کر جاتا ہے تو اس کی صرف نماز ہی فاسد نہیں ہوتی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتھ بد دعا بھی فرمائی ہے مثلاً حدیث شریف میں ملتا ہے کہ اگر امام سجدے میں ہے تو جو شخص پہلے سر اٹھا لیتا ہے خدا اس کے سر کو گدھے کا سر بنا دے۔ اس قدر ناپسندیدگی فرمائی۔

ہمارے ہاں مفتی صاحب تھے ایک بار تو میں نے ان سے پوچھ لیا اکثر آئمہ بھی احتیاط نہیں کرتے جب وہ سلام پھیرتے ہیں تو ایک طرف بھی اور دوسری طرف بھی بڑا لمبا پھیرتے ہیں اور لوگ جو پیچھے بیٹھے ہوتے ہیں وہ پہلے ختم کر دیتے ہیں تو میں نے مفتی صاحب سے پوچھا بھئی امام ابھی سلام میں ہے اور مقتدی فارغ ہو گئے تو کیا ہو گا تو کہنے لگا نماز تو ہو جائے گی مکروہ ہو گی میں نے کہا آپ زبانی بتا رہے ہیں تحقیق کر کے بتایئے گا آپ نے بیٹھے بیٹھے نقد جواب مجھے دے دیا میں آپ سے متفق نہیں ہوں۔ دوسرے دن کہنے لگے بات آپ کی ٹھیک تھی امام اگر نماز میں ہے اور مقتدی فارغ ہو جائے تو اس کی نماز تو فاسد ہو گئی امام نے ابھی ختم ہی نہیں کی اور اس نے ختم کر لی تو اس کا مطلب ہے اقتداء تو جاتی رہی اور اقتداء گئی تو نماز گئی میں نے کہا یہی میں پوچھنا چاہ رہا تھا۔ تو امام نے ایک طرف سلام پھیرا تو بڑا لمبا اماموں کو بھی عادت ہوتی ہے کہ ساری نماز مختصر پڑھتے ہیں سلام لمبا کرتے ہیں اور پھر جب دوسری طرف گئے بائیں طرف تو السلام علیکم و رحمتہ اللہ وہ لمبا کرتے رہتے ہیں پچھلے فارغ ہو جاتے ہیں آرام سے السلام علیکم و رحمتہ اللہ کہہ کے بیٹھ جاتے ہیں تو یہ اقتداء اس حد تک ضروری ہے کہ جب تک امام وہ پورے کلمات ختم کر کے فارغ نہیں ہوتا اگر آپ نے پہلے چھوڑ دیا تو نماز گئی اقتداء تو جاتی رہی نا تو نماز میں اقتداء شرط تھی۔ تو عدم اطاعت کا تصور نہیں ہے جب تک کہ کوئی ایسی بات نہ ہو جو آپ کو سمجھ ہو کہ یہ شریعت کے خلاف ہے۔ اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے خلاف کسی کی بات نہیں مانی جائے گی خواہ وہ امیر ہے خواہ وہ پیر ہے خواہ وہ صاحب مجاز ہے خواہ وہ انتظامی معاملہ ہے خواہ وہ اولاد ہے والدین ہیں بزرگ ہیں یا دوست۔

لا طاعتہ لمخلوق فی معصیتہ خالق۔ اللہ کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت نہیں کی جائے گی۔ تحریک خلافت میں جب مغربی اقوام ترکوں پر دباؤ بڑھا رہی تھیں اور خلافت کو ختم کرنا چاہتی تھیں تو برصغیر میں مولانا محمد علی جوہر رحمتہ اللہ علیہ اور دوسرے بزرگوں نے تحریک خلافت ترتیب دی کہ خلافت رہنی چاہیے تو اس میں ایک بات یہ بھی تھی جس میں وہ سارے بزرگ دو دو سال قید ہوئے تھے کہ انہوں نے ترغیب دی تھی مسلمانوں کو ترکوں کے خلاف نہ لڑنے کی۔ انگریز کے حکم سے اس پر ان کے

خلاف مقدمہ بنا تھا بغاوت کا تو اس میں جو دلائل مولانا جوہر نے دیئے تھے عدالت میں اس مقدمے میں انہوں نے وکیل نہیں کیا تھا اپنی وکالت خود کی تھی چونکہ خود وکیل بھی تھے تو انہوں نے اپنا کیس خود لڑا تھا اس میں انہوں نے جو دلیل دی تھی وہ یہ تھی کہ عدالت کو انہوں نے انگریز کا جو بھرتی کا فارم تھا وہ دکھایا کہ یہ تمہارا اپنا بنایا ہوا ہے اور اس میں کوئی یہ حکم نہیں ہے کہ مسلمان مسلمان سے لڑے گا لیکن اس میں تم نے یہ بھی دیا ہے کہ یہ مذہب میں مداخلت نہیں کرے گی مسلمان مسلمان رہے گا سکھ سکھ رہے گا عیسائی عیسائی رہے گا فوجی ملازمت اس کے مذہب میں مداخلت نہیں کرے گی یہ آپ کے اس فارم میں موجود ہے۔ اب مسلمان کا مذہب یہ ہے کہ مسلمان مسلمان کے خلاف نہیں لڑ سکتا۔ اسے اللہ نے روک دیا ہے اس پر مسلمان کا خون حرام ہے تو آپ مسلمان سپاہیوں کو ترک فوج کے خلاف کیسے لڑا سکتے ہیں۔ آپ کا اپنا یہ فارم ہے جس میں دیا ہوا ہے کہ کسی بھی فوجی کے مذہب میں مداخلت نہیں کی جائے گی مذہب مسلمان کا تو مسلمان سے لڑنے کی اجازت نہیں دیتا واقعی ان کی دلیل مسلمان کے لیے بہت وزنی ہے کہ اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یا اللہ کے دین کے مقابلے میں کسی طاقت کا حکم نہیں مانا جائے گا۔ اس کے علاوہ جو باتیں ہیں ان میں اپنی ذاتی رائے کیسی بھی ہو لیکن بات امیر کی ماننا پڑے گی۔ آپ اپنی ذاتی رائے جو ہے وہ امیر سے اوپر والے بندے کو اس امیر کو بھی پیش کر سکتے ہیں کہ بھئی آپ نے جو حکم دیا وہ کام تو ہم کر رہے ہیں لیکن اس کا یہ پہلو آپ دیکھ لیں تو اس میں یہ فائدہ ہے۔

اسی طرح اگر اس پرانے مرکز میں کچھ ساتھی قریب ہیں وہ ذکر کرتے ہیں تو اس مرکز کو بند تو نہیں کیا گیا اور اگر کیا گیا ہے تو نہیں کرنا چاہیے کہ کچھ لوگ قریب ہیں انہیں سہولت ہے تو وہ وہاں اپنے ہفتے کے دن یا کسی ایک دن ذکر کے علاوہ کوئی ایک دن رکھ لیں اس دن وہاں ذکر کیا کریں جو لوگ جہاں جہاں قریب ہیں وہاں جائیں لیکن میرا خیال ہے کہ ماہانہ ذکر جو ہے وہ ہمیں وہیں سوسائٹی میں کرنا ہوگا اور اگر آدمی میں ڈسپلن بھی نہ آئے چھوٹے بڑے کی تمیز بھی نہ آئے بات کے ماننے کا جذبہ نہ آئے۔ ماننا اسلام ہے منوانا تو خدائی شان ہے بندے کو تو بندہ ہی رہنا چاہیے تو یہ چیزیں اگر عملی زندگی میں نہ آئیں تو پھر ہم نے ایک پیر خانے کا اور اضافہ کر دیا تو کونسا تیر مارا پہلے ہی پیروں کے بوجھ سے قوم کی کمر ٹوٹ رہی ہے ان کے لیے ان کے پاس اللہ کے لیے وقت نہیں ہے دین کے لیے نہیں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے لیے نہیں ہے لیکن پیروں کے گھڑے ڈھو ڈھو کر غریبوں کے سر گنجے ہو گئے تو پھر اس پر ایک پیر خانہ اور ہم نے بنا دیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جس جسم پر ہزاروں پھوڑے ہیں ایک پھوڑا ہم نے بھی اگا دیا۔ تو اس کا کیا فائدہ تو سارا نظام اس لیے ہے کہ کوئی صورت ایسی بھی نظر آنی چاہیے۔ اچھے یا برے جیسے بھی ہوں لیکن کچھ لوگوں میں وہ نمونہ نظر آنا چاہیے اچھے یا برے جیسے بھی ہوں لیکن کچھ لوگوں میں وہ نمونہ نظر آنا چاہیے کہ مسلمان کیسے ہوتے ہیں۔ ان کا کردار ان کا اخلاق ان کی نشست و برخاست ان کے معاملات تو اگر معاملات اور کردار نہ ہوں تو صرف حلیہ بنانا تو پھر ڈرامہ ہوا یہ تو اداکاری ہوئی عمل تو نہ ہوا وہ تو جس طرح فلم میں یا ڈرامے میں لباس اور حلیہ بنا کر بادشاہ بھی بنا کر دکھا دیتے ہیں فقیر بھی اس کا تو کوئی فائدہ نہ ہوا ہمیں ڈرامہ تو نہیں کرنا ہمیں عملی صورت پیش کرنا ہے کہ مسلمان ایسا ہوتا ہے اس میں یہ تو صحیح ہے کہ ہم کوئی صحابہ جیسے نہیں بن سکیں گے متقدمین جیسے نہیں بن سکیں گے ہم شاید پورے کھرے مسلمان نہ بن سکیں لیکن سارے بن نہ سکیں تو سارا اسلام چھوڑ بھی تو نہیں دیں گے نا کوئی صورت جو ہماری حیثیت ہمارے علم ہماری استعداد کے مطابق ہے اللہ کرے۔

اور اسلام سہل ہے صحابہ کی عظمت الگ اسے کوئی نہیں پہنچ سکتا متقدمین کے مقامات اپنے ہم ان کی خاک کے برابر بھی

نہیں لیکن جہاں تک مسلمان ہونے کا تعلق ہے اسلام اتنا عام ہے کہ ہر مسلمان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جیسا نظر آنے کا حکم دیا گیا اس کا مطلب ہے کہ اتنی عام زندگی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ ایک گڈریا ایک چرواہا ایک انپڑھ بھی اسے اپنا سکتا ہے اوریہی کمال ہوتا ہے۔ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام میں کمال یہی ہوتا ہے کہ ان کی حیات مبارکہ اتنی انسانی مزاج کے مطابق ہوتی ہے کہ ایک عام آدمی بھی اس کا اتباع کر سکتا ہے اگر یہ بات نہ ہوتی تو پھر خاص خاص علماء یا پڑھے لکھے لوگ مکلف ہوتے اتباع سنت کے باقی لوگ مکلف ہی نہ ہوتے۔

لا یکلف اللہ نفس الا وسعھا ۔ جو شخص جو کام کر نہیں سکتا اس کا تو اسے مکلف ہی نہیں بنایا جاتا یہ قانون ہے اللہ کا۔

تو اسلام میں عظمت جو ہے صحابہ کی الگ۔ متقدمین کی الگ لیکن ہمیں بننا ان ہی جیسا پڑے گا کہ وہی دلیل ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جیسا ہونے کی تو ان کی زندگیوں میں آپ دیکھیں یہ چیز سب سے زیادہ آپ کو اس پہ زور نظر آئے گی تنظیم اوقات کا۔ حتی کہ آپ دیکھیں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو ایک کمیٹی بنا دی کہ میرے بعد میرا جانشین نامزد کر دو تو اس میں سارے چوٹی کے لوگ تھے چھ آدمی تھے اور چھ کے چھ امت کا نچوڑ تھے لیکن فرمایا اگر چار ایک طرف ہو جاؤ دو بات نہ مانیں تو وہ بات باہر نہیں آنی چاہیے ان دو کو اندر قتل کر دینا۔ اگر ایک طرف چار ہو جائیں ان کی رائے زیادہ ہو جائے اور دوسری طرف دو رہ جائیں تو وہ دو بات نہ مانیں تو بجائے اس کے کہ امت میں دو طبقے پیدا ہوں آدھے چار کی مانیں آدھے دو کی ان دو کو قتل کر دینا اس کا ذمہ دار میں ہوں وہ حکم خود دے کر گئے تھے کہ ان کو قتل کر دیا جائے حالاں کہ ان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ ' جیسے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ' جیسے اور ایسے اکابر تھے وہ عام آدمی نہیں تھے اکابر صحابہ تھے فرمایا پھر بھی امت میں یا جماعت میں اختلاف کرنے سے قیمتی انسان کی قربانی جو ہے وہ آسان ہے وہ سہل ہے۔

تو کسی بھی جماعتی نظام میں یا جو دین کے لیے ایک سسٹم بنا ہے اس میں اختلاف کوئی اچھی بات نہیں ہے۔ ناپسندیدہ بات ہے جنہیں اختلاف ہے انہیں نہیں کرنا چاہیے اور اگر ان کی بات میں کوئی وزن ہے تو اپنی بات پیش کریں دیکھیں یہ کیا ہوتا ہے۔

سوال : حضرت یہ مسجد میں خرید و فروخت منع ہے آپ نے خود ایک دفعہ فرمایا تھا اور انہوں نے جگہ بدلی تھی پھر مسجد میں سٹال لگا رکھا ہے۔

جواب : بھئی اپنا سٹال یہ جو ہے نا یہ جو لائن ہے یہ مسجد ہے اور اس سے باہر آدھا تھڑا جہاں آپ کی اسی طرف الماریاں بنی ہیں وہ مسجد نہیں ہے میں نے پہلے بھی ایک دفعہ دوستوں سے کہا تھا کہ آپ یا تو اپنی لائبریری کے اندر بیچیں یا اسے سجدہ گاہ سے باہر لگا لیں تو کوئی حرج نہیں آپ یہاں کی بجائے وہاں بیٹھ جائیں اچھا کیا آپ نے یاد دلا دیا میں کہتا رہتا ہوں یہ پھر بھول جاتے ہیں۔ نئے دوست آجاتے ہیں نا اس دفعہ ملک عاشق الٰہی صاحب نہیں آسکے جو پہلے انچارج ہوتے تھے وہ اس دفعہ نہیں آسکے کوئی بیمار وغیرہ ہو گئے ہوں گے اسی طرح ہوتا رہتا ہے۔

سوال : حضوری دوام کی حقیقت زندگی میں اور بعد موت کے لیے یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔

جواب : دوام حضور جو ہوتا ہے وہ مسلسل ذکر کرنے سے کسی پر اگر غلبہ دوام حضور کا مسجد نبوی کا ہو جائے تو زندگی میں بھی اس کی نظروں کے سامنے ہر وقت وہ نقشہ رہتا ہے اور یاد میں بھی وہ بات اور اس کی روح بھی وہیں ڈیرہ ڈالے رکھتی ہے اور بعد از وفات بھی اس کا بیشتر وقت جو ہے وہ اسی بارگاہ میں گذرتا ہے بلکہ جنہیں فنا فی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں دوام حضور حاصل ہو جائے ان میں بعض کی موت بھی اسی طرح دیکھی گئی ہے کہ فرشتہ بدن سے روح کے جو دنیا کے رشتے کے تعلقات ہیں منقطع کر دیتا ہے اسے گرفتار کر کے لے نہیں جاتا چونکہ روح ہوتی ہی وہیں

ہے تو وہاں سے وہ لینے نہیں جاتا بلکہ اس کا جو تعلق بدن کے ساتھ دنیوی حیات کا ہے وہ منقطع کر دیتا ہے بعد یہ من جانب اللہ یہ از قسم ثمرات ہے مجاہدہ ہر آدمی کرتا رہتا ہے ثمرات جو ہوتے ہیں یہ وہی ہوتے ہیں تو کسی کو کچھ دے دیتا ہے اللہ کریم کسی کو کچھ دے دیتا ہے کسی کو کچھ دے دیتا ہے۔

سوال : آپ نے فرمایا ہے یہ امام سے تجاوز کرنا نماز میں بلکہ آج میں ابھی نماز پڑھا ہے تو میں دیکھا ہے کہ بہت لوگ تجاوز کر رہے ہیں اور ہمیشہ کرتے رہتے ہیں پتہ نہیں ہے لوگوں کو لاعلمی کی وجہ سے یہ ہر مسجد میں میں نے دیکھا ہے۔

جواب : اصل یہ ہے کہ نماز میں نیت کرنے کے بعد آپ امام کے بعد جتنا بھی پیچھے رہ جائیں وہ قابل برداشت ہے امام رکوع میں چلا گیا اور آپ ابھی قیام میں ہیں تو اس میں حرج نہیں آپ رکوع میں شامل ہو سکتے ہیں امام نے دو تسبیح پڑھ لیا آپ تیسری میں جا ملے تو بھی کوئی حرج نہیں لیکن اگر امام ابھی پورا نہیں جھکا اور آپ پورے جھک گئے تو وہاں آپ کی اقتداء ٹوٹ گئی باطل ہو گئی پھر باقی نماز جو ہے وہ محض ورزش رہ گئی اگر ایسا ہو بھی جائے تو وہاں سے نماز نئے سرے سے پھر شروع کرنا پڑے گی جو باقی رکعت پہلے نکل گئی ہیں وہ اٹھ کر بعد میں ادا کرے گا تو ایک ردم سا بن جاتا ہے عموماً" بعض امام جو ہیں وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہہ کر ذرہ رک جاتا ہے اور رکنا چاہیے کیونکہ شرعی قاعدہ یہ ہے کہ جب آپ کہتے ہیں سمع اللہ لمن حمدہ تو قیام فرض ہے اور قیام سے مراد یہ ہے کہ جسم کی ساری ہڈیاں واپس اپنی جگہ پر چلی جائیں جوڑوں میں اگر آدھا خم کمر میں رہ گیا تو قیام نہیں ہوا کوئی بیمار ہے یا کسی وجہ سے اس کا خم رہنا وہ تو الگ بات ہے ایک صحت مند آدمی جب کھڑا ہوتا ہے تو جس طرح صحیح کھڑا ہوتا ہے تب تک اس کی ساری ہڈیاں واپس جائیں تو وہ قیام ہو گا اسی طرح جب سجدہ کرتا ہے تو دوسرے سجدے کے لیے عموماً" لوگ یہ جو ہے جلسہ اس میں بھی پورا بدن واپس نہیں گیا تو دو سجدے شمار نہیں ہوں گے ایک سجدہ شمار ہو گا یعنی پہلا سجدہ ختم تب ہو گا جب آپ واپس اس جلسے کی حالت میں پورے جائیں گے تو نماز میں نماز کے اہم ارکان میں سے ایک رکن سکون بھی ہے نہایت تسلی سے بلکہ حکم یہ ہے کہ اگر جماعت کھڑی ہو گئی آپ وضو کر کے آ رہے ہیں آپ بھاگیں نہیں سکون کے ساتھ آئیں اگر ایک رکعت جاتی ہے وہ چلی جائے لیکن بھاگیں نہیں مسجد میں احترام کے ساتھ ادب کے ساتھ سکون کے ساتھ آئیں جو رکعت چلی گئی ہے وہ آپ پا لیں گے لیکن جو بھاگنے سے عدم سکون ہو گا اس کا ازالہ آپ نہیں کر سکیں گے۔ اسی طرح اگر کسی کا کھانا آ گیا اور اسے بھوک ہے تو حکم ہے کہ نماز کو موخر کر لے لیکن وہ بے قراری کہ تو کھڑا نماز میں ہو اور جلدی جلدی اٹھ بیٹھ رہا ہو کہ بڑی بھوک ہے اور کھانا بھی رکھا ہے ٹھنڈا ہو رہا ہے ختم کر کے جاؤں اس سے نماز مکروہ ہو جاتی ہے کسی کا وضو ہے لیکن وہ ضرورت محسوس کرتا ہے پیٹ میں اس کے گیس ہے یا اسے چھوٹا پیشاب آ رہا ہے وہ کوئی ضرورت محسوس کرتا ہے سمجھتا ہے دو منٹ ہیں نماز میں۔ تو اب تو نماز ادا کر کے وضو کر لوں گا تو نماز مکروہ ہو جائے گی یعنی اس میں وہ کھٹ کھٹ اور وہ کوفت نہیں ہونی چاہیے جو اس کا وہ سکون ہے وہ برباد نہیں ہونا چاہیے وہ پہلے جائے وضو کر کے آئے پھر آ کے نماز پڑھے اس کے ساتھ نماز مکروہ ہو گی یہ بنیادی مسائل جو نماز کے ہیں ان میں یہ چیزیں موجود ہیں تو عبادت کا اللہ توفیق دے اور اللہ وقت دے اور اللہ ہمت دے تو عبادت میں یہ ضرور دیکھنا چاہیے کہ میں جو بھی کر رہا ہوں وہ صحیح ہونا چاہیے ایک آدمی سو رکعت نفل پڑھتا ہے اور وہ جو دو رکعت فرض ہیں وہ اس نے صحیح ادا نہیں کئے تو یہ صحیح نہیں ہے سو رکعت اگر نہ بھی پڑھے تو جو دو فرض ہیں وہ صحیح طریقے سے ادا کر لے تو اس سے وہ بہتر ہے چونکہ فرائض جو ہیں یہ راس المال ہیں اصل ہیں نوافل جو نفلی عبادات یا اذکار ہیں یہ اس پر منافع ہے تو جو اصل کو کھو دیتا ہے اس کے منافع کا کیا تصور

ہے اصل تو ہمیشہ زیادہ ہوتی ہے ایک آدمی دس لاکھ روپے انوسٹ کرتا ہے تو دس ہزار منافع کو قابو کئے رکھے اور اصل دس لاکھ سے ہاتھ دھولے تو منافع کہاں رہا تو وہ ہر چیز گئی تو واقعی منافع تب ہی منافع بنتا ہے جب اصل قائم ہو تو خصوصاً" نماز کی اصل یہ ہے کہ اس میں یہ بے تابی اور بے قراری اور عدم توجہی نہیں ہونی چاہیے۔ آپ جب امام کے پیچھے نیت کرتے ہیں تو آپ پیچھے ہیں یہ اس کا مسئلہ ہے کہ اس نے تین تسبیحات پڑھیں دس پڑھیں یا پندرہ پڑھیں اپنا اپنا مجاہدہ ہے ہم نے ایک دفعہ سرگودھا نیت کر لی اس اللہ کے بندے نے تیس تیس تسبیحیں پڑھیں میں نے کہا بھئی پھنس تو گئے ہیں لیکن ہیں یہ تیس تیس اب کیا کریں تیس سینچی رکوع میرے جیسے بندے کو پتہ چل جاتا ہے کہ اسے جب اتنی دیر کھڑا رہنا پڑے تو ائمہ کو بھی چاہیے کہ وہ پچھلوں کے لیے مسئلہ نہ بنائیں دیکھا یہ گیا ہے کہ جب لوگ نماز پڑھاتے ہیں تو بڑی دھیمی پڑھاتے ہیں جب اپنی پڑھتے ہیں فٹافٹ پڑھتے ہیں۔ چاہیے یہ کہ جب نماز پڑھائی جائے تو ہلکی پڑھائی جائے نہ ایسی کہ وہ بھاگتے دوڑتے پڑھائی جائے نہ اتنی لمبی کہ کوئی بیمار یا بزرگ یا بوڑھا آدمی جو ہے وہ اسے بوجھ محسوس ہو ایسی درمیان میں پڑھائے کہ وہ نہ لمبی ہو نہ مختصر ہو اپنی ذاتی جب پڑھ رہا ہے تو پھر بڑی تسلی سے پڑھے۔ تو یہ بنیادی چیزیں ہیں یہ عموماً" ساتھی جانتے بھی ہوتے ہیں اور یہ دہرائی بھی جاتی ہیں لیکن جب وقت آتا ہے کام کرنے کا تو اس وقت ایسی بندے کے اوپر خود فراموشی طاری ہو جاتی ہے کہ وہ پرواہ نہیں کرتا تو ان چیزوں کی احتیاط ضروری ہے--- روزانہ ایک پیریڈ رکھ لیا کریں ابھی تو آپ ہیں آپ ہی بتاتے رہا کریں اس میں کوئی مفتی ہونا تو شرط نہیں ہے یہ بنیادی باتیں ہیں جو ساتھی بھی جانتا ہو بتاتا رہے ایک پیریڈ دس پندرہ منٹ کا لے لیا کریں تا روز اجتماعی ذکر کے بعد یا کسی وقت ساتھیوں سے مل کر پروگرام میں تھوڑا سا رکھ لیں یہ تو ضروری ہیں اور اچھا ہے سب کو یاد دہانی ہوتی رہے تو یہاں لائبریری میں وہ چھوٹی کتابیں بھی ہیں جن میں یہ یکجا کر دیے گئے ہیں مسائل دیکھے بھی جا سکتے ہیں چونکہ نماز کے اتنے یہ چھوٹے چھوٹے مسائل اتنے ہیں کہ یاد بھی نہیں رہتے۔

ایک عجیب بات دیکھی ہے کہ یہاں جو حضرات حج کے لیے جاتے ہیں ساری عمر وہ پڑھاتے ہیں فقہ کی کتابوں سے کہ اس طرح یہ رکن ہے اس طرح کریں وہاں جا کر وہ خود بھول جاتے ہیں چونکہ بیان کرنے پڑھنے اور پڑھانے اور عمل کرنے میں ایک فرق ہے تو عمل کرتے وقت اس بات کا احساس رکھنا اس کا خاص اہتمام کرنا پڑتا ہے ورنہ کئی لوگ جو سبق میں پڑھاتے ہیں وہی چیزیں علماء ساری زندگی پڑھاتے ہیں تو جب پہلی دفعہ وہاں جاتے ہیں تو وہ خود پریشان ہوتے ہیں کہ کیا کرنا ہے حالانکہ وہ بات انہوں نے ساری زندگی پڑھائی ہوتی ہے یہ ظاہر ہے تھیوری میں اور پریکٹیکل میں ایک فرق تو ہوتا ہے کہ جو بات آپ زبانی کرتے رہیں پڑھاتے رہے ہیں وہ عملاً کرنی پڑے تو کچھ فاصلہ تو ہوتا ہے عمل کے لیے تو ایک خاص احتیاط شرط ہے اور یہ ضروری ہے کہ ان چھوٹی چھوٹی باتوں کو نہ دیکھا جائے تو بہت بڑا نقصان ہے۔ آپ ایک عمارت بہت بڑی بناتے ہیں آپ کہتے ہیں خیر ہے یہ کونے کی اینٹ کچی لگا دو خیر ہے دروازے کے پیچھے سیمنٹ کے بجائے مٹی لگا دو معمولی ہے تھوڑی لیکن وہ تھوڑی اور معمولی جو ہے ساری عمارت کو گرانے کا سبب بن سکتی ہے اس میں کمزوری رہ گئی کیوں چھوڑی جائے جب آدمی ایک کام کر ہی رہا ہے تو اپنی طرف سے تو حتی الامکان اسے پورا کرے قبول کرنا اللہ کریم کا کام ہے۔

تو ایک یہ تھی بات کہ ہم نے آج عبادات کے معاملے میں بیاں کی۔ ہم خانہ پری کرتے ہیں دنیا کے کاموں میں احتیاط کرتے ہیں کوئی سودا خریدنا ہے تو دس دکانیں ہیں تو آدمی دس دکانیں پھرے گا یہی سوچے گا کہ چار آنے کا تو سودا ہے یہیں سے لے لو وہ اپنی اس چوانی کو لے کر دس دکانیں پھرے گا کہ کس کے پاس

بقیہ بصفحہ ۲۲